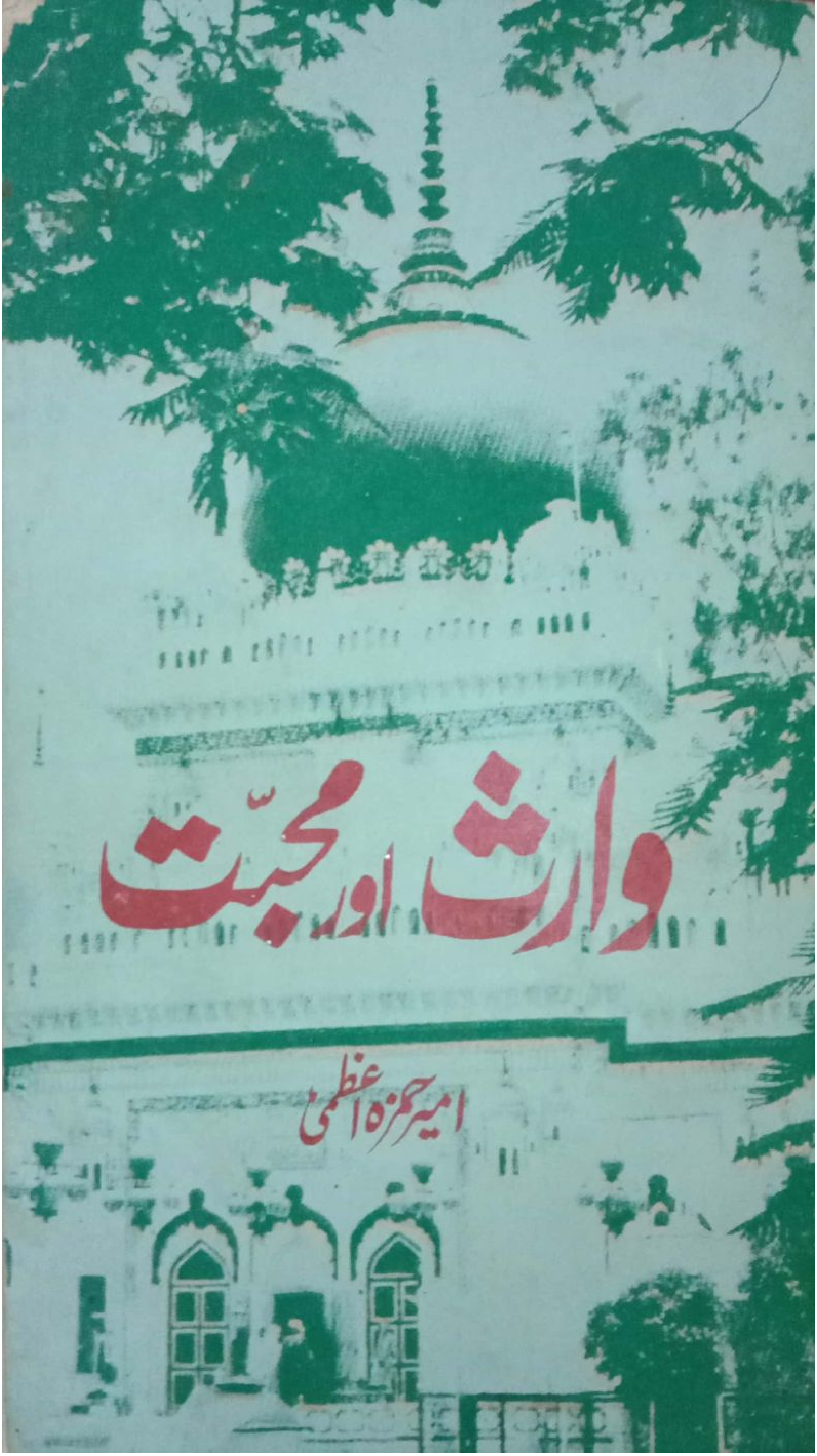

وارث اور محبت

امیر حمزہ اعظمی

Scanned with CamScanner

امام الفقراء [illegible] حاجی وارث علی شاہ قدس سرہ العزیز

حضرت سید عبد السلام
عرف میاں بالکا رحمتہ
اللہ علیہ کی جانب سے
کتب وارثیہ کی یہ
بہترین کاوش کی گئی جو
کہ ایک سفید پوش
گزرے ہیں اپنے وقت کے
کامل ترین عالم با عمل
ولی فقیر جو داخل
سلسلہ حضرت عبداللہ
شاہ شہید رحمتہ اللہ
علیہ سے ہیں انکی استار
صدر کراچی میں ان کا
مزار ہے
یہ کام وارث پاک غلام
نواز عظمہ اللہ ذکرہ کے
حکم پر کیا گیا اس کام کو
کوئی وارثی اپنی جانب
منسوب کرکے توہین
حکم مرشد کا ارتکاب نا
کرے اگر کوئی بھی
شخص یہ کہے کے اس
نے پی ڈی ایف بنائی تو
مان لیجیے گا کہ یہ
جھوٹ بول ہے غلام کا
کام غلامی کرنا ہے یعنی
مرشد کے حکم کی
تعمیل کرنا ہے نا کہ
تعریف اور واہ واہی وصول
کرنا
برائے مہربانی سب
وارثیوں پر حکم مرشد کی
اتباع لازم ہے جھوٹ
بولنے اور واہ واہی سے پر
ہیز کریں   شکریہ

Scanned with CamScanner

وارث اور محبّت

امیر حمزہ اعظمی

Scanned with CamScanner

هوالوارث

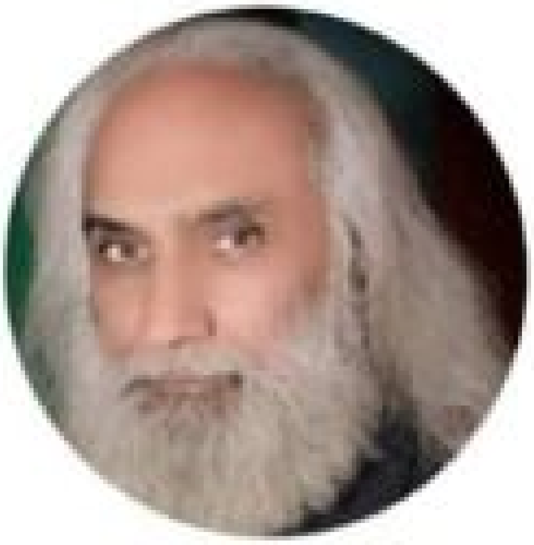

سید راحیل شاہ وارثی الوارث گوال منڈی لاہور والے جو دیوہ شریف کی لائبریری سے نایاب کتب وارثیہ لائے اور انکی وجہ سے ہمیں یہ کتب میسر آئیں جیسے جیسے وہ کتب ہمیں ارسال کرتے رہیں گے ویسے ہی ہم آپکی خدمت اقدس میں پیش کرتے رہیں گے۔ اللہ انکو جزائے خیر عطا فرمائے۔ آمین

Scanned with CamScanner

وارث

داقصہ

محبت

سلسلہ مطبوعات ــــــــــــــ وارث اکیڈمی

امیر حمزہ اعظمی

تلخیص ــــــ ترتیب

محمد اسحاق ــــــ افضال فیاض

جملہ حقوق بحق مصنف محفوظ ہیں

سن اشاعت ——— ۱۹۹۶ء

مصنف ——— امیر حمزہ اعظمی

تلخیص ——— محمد اسحاق

مرتب ——— افضال فیاض

کتابت ——— قمر الدین انصاری

طباعت ——— اردو پرنٹرس بارہ بنکی

ایڈیشن ——— پہلا

ہدیہ ——— ۱۵ روپیہ

بہ اہتمام

وارث اودھ پبلیکیشنز — کے ۱۱۱ بارہ بنکی

ملنے کے پتے

ایس ایس ساؤنڈ سروس
آستانہ روڈ - دیوی شریف
بارہ بنکی

شوکت علی وارثی
نزد آستانہ گیٹ
دیوی شریف بارہ بنکی

حافظ جی شیرینی فروش
نزد آستانہ گیٹ
دیوی شریف بارہ بنکی

Scanned with CamScanner

بحمد اللہ

وہ جو گرمی کی شدتوں میں ٹھنڈی ٹھنڈی ہواؤں کے جھونکے بھیجتا ہے

وہ جو بادبانوں کی دھجیاں اڑ جانے پر سفینوں کی رہنمائی کرتا ہے

وہ جو والدین سے بچھڑ جانے والے بچوں کی طرح بے سہاروں کا سہارا ہوتا ہے

وہ جو اس وقت تک اس دنیا کو قائم رکھے گا جب تک ایک بھی محبت کرنے والا دنیا میں رہے گا۔

اُس کے نام سے

یہ گناہ گار اس تحریر کا آغاز کرتا ہے ـــــ کہ اس نے بنا کسی درخواست کے اور بنا کسی اپیل کے اس ناچیز کو محبت کرنے والوں میں پیدا کیا۔

پروردگار کی محض اس نعمت کے شکر کے لیے پوری زندگی ناکافی ہے کہ "جب ہم پیدا ہوئے تو ہمارے کان میں اذان دی گئی

ہوا، پانی، چاند، سورج، آسمان و زمین بنانے والے پروردگار کی قدم قدم پر پھیلی ہوئی کن کن نعمتوں کا شکر ادا کریں۔۔۔

جہل کے اندھیروں سے علم کے اجالوں کی اور لے جانے والے.. علام الغیوب کی کن کن نوازشات کی حمد کریں۔ لاشعوری سے شعور آگہی کی سمت پہونچانے والے خالقِ مطلق کی کن کن عطاؤں کے نغمے گائیں۔۔۔

نقش و نقاش، خط و خطاط، ذات و صفات، آدم و آدمی، دنیا و دیں، حدث و قدم، زمین و زماں، ہستی و فنا، سب پر قدرت رکھنے والے قادر کی کن نوازشوں پر سر دھنیں۔

ہم نہیں تھے ہمیں وجود بخشا، پھر ہمارے وجود کو موت سے ہمکنار کرے گا۔ پھر زندگی دے گا اور اپنی طرف بلائے گا۔ ہم راہِ محبت سے انحراف کریں تو کیسے کریں۔

قدم قدم پہ ہماری رہنمائی کرنے کے لئے اپنے پیغمبروں کو بھیجا۔۔۔ دنیا کو مٹا مٹا کے بنایا۔۔۔ بنا بنا کے مٹایا کہ ہمیں راہِ حق کے تعین میں ہو تو نا کی فراہمی ہو۔۔۔ حق کی پہچان ہو، محبت کا ادراک ہو۔۔۔

پھر بھی ہماری ذات، ہمارے ہی احتساب سے غفلتوں کی غلاظتوں میں ڈوبی ہوئی کیوں ہے۔۔۔

Scanned with CamScanner

"آج"

انفرادی طور پر اپنی اپنی ذات کے عدم احتساب اور بے ثباتی کائنات کے عدم احساس اور سب کچھ پر خود قابض ہو جانے کے جذبے سے پیدا ہونے اور پروان چڑھنے والی نفرتیں انسانیت کو باہمی محبت کے جذبے سے دور لے جا رہی ہیں ۔۔۔ دنیا کے تجربات و حوادث ایسے میں ہمیں بزرگوں کی تعلیمات اور ان کی بے لوث مصلحانہ خدمات کی یاد دلاتے ہیں ۔ جی چاہتا ہے کہ ان کی تعلیمات ایک ایک کو بتائی جائیں ۔۔۔ اور ان سے کہا جائے کہ برائے کرم ان کو دوسروں تک پہونچائیں کہ شاید بندگانِ خدا ان راہوں کو اختیار کر کے نفرتوں کے خلاف صف آرائی میں وہ مقام پائیں جو آتشِ نمرود میں چونچ سے پانی کے قطرے ڈالنے والے پرندوں نے حاصل کیا تھا ۔

کہاں یہ گناہگار ۔۔۔ اور کہاں یہ اعلیٰ مقام کہ بندگانِ خدا کو محبت کی ترغیب دی جائے ۔۔۔ لیکن بہرحال یہ یقین ہے کہ جو گفتگو اور جو سلسلہ کلام اور جو تحریک اللہ کے برگزیدہ بندوں سے جڑ جانے اللہ کی رحمت سے نیک نتائج کی حامل ہوتی ہے

"وارث اور محبت" کوئی تصنیف نہیں ایک ایسی کوشش ہے جو اچھی بات دوسروں تک پہونچانے سے عبارت ہے ۔ اب تک جو کتابیں اس سلسلہ میں نگاہ سے گذریں وہ بہرحال اپنی جگہ اپنا مقام رکھتی ہیں لیکن آج کے اردو کے معیارِ تعلیم اور خود ہماری قوم میں اردو کی تعلیم کے بحران نے

ان کتابوں کو کٹھن گردانا ہے۔ یعنی وہ قاری کے ادراک و فہم سے بالاتر ہیں۔ زیر نظر کتاب میں دستیاب قریب قریب ساری کتابوں سے ان اقوال کے سلسلے میں استفادہ کیا گیا ہے جو حضرت حافظ حاجی وارث علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ سے منسوب ہیں ـــــ اور عشق ـــــ و محبت سے متعلق ہیں۔

ہم بحیثیت ہندوستانی یہاں کے سیاسی حالات کے پس منظر میں ایک تصوّر کو جو محض تصوّر کی حد تک ایک عرصۂ دراز سے اپنے اور آپ کے سبھی کے بیچ تذکروں کا موضوع پاتے ہیں اور ہماری آزادی کی تاریخ واضح طور پر بتاتی ہے کہ اس تصوّر لفظی کا کتنا بڑا فائدہ کچھ نام نہاد سیاسی جماعتوں کو حاصل ہو رہا ہے ـــــ اس تصوّر کی حقیقی داغ بیل اور روحانی ابتدا کہاں سے ہوتی ہے یہ بڑے مطالعاتی تجزیہ کے بعد بڑے وثوق سے اور بڑی ذمہ داری کے ساتھ یہ تحریر لکھنے والا لکھتا ہے ـــــ کہ آج کے دور میں "قومی یکجہتی" کا لکھا کہا لفظ جو کچھ تحریکات، کچھ تقریبات، کچھ سیاسی منشور اور کچھ لیڈروں کی لفظی بازی گری میں چارے کے طور پر استعمال ہو رہا ہے۔ دراصل اس کو عملی، حقیقی اور روحانی وجود اس وقت ملا جب حضرت حافظ حاجی وارث علی شاہ نے تصوّف کے روحانی حصار میں ہر مذہب و ملت کے لوگوں کو سمیٹ کر انھیں محبت کی پاکیزگی اور باہمی یگانگت کے بہت سی دوریوں کو ختم کر دیا بہت سی خلیجیں پٹ گئیں ـــــ چنانچہ سرکار وارث علی شاہؒ کے عقیدت مندوں صرف مسلمان ہی نہیں بلکہ ہر مذہب و ملت کے لوگ پائے جاتے ہیں اور یہ

جاتے رہیں گے۔

ہمارے ملک میں قومی یکجہتی کی ضرورت جس قدر ماضی میں رہی ہے آج اس سے کہیں زیادہ ہے کیونکہ کل تک ہمیں غیر ملکی غاصب و قابض عناصر کو ملک بدر کرنے کیلئے فرقہ وارانہ یکجہتی کی ضرورت تھی لیکن آج ملک کے اندر پائے جانے والے ان اجزا سے معاشرہ کو پاک کرنے کے لئے قومی یکجہتی کی شدید ضرورت ہے۔ جنہوں نے نفرتوں کے زہر پھیلا کر ملک کے ماحول کو آلودہ کرنے اور کچھ گمراہ ہو جانے والے اجزا پر اپنی برتری قائم رکھنے کے جذبے کے تحت کام کرنا اپنا شیوہ بنا رکھا ہے۔

یہ تحریر لکھنے والا جانتا ہے کہ جن لوگوں نے نفرتوں کو شعار بنا رکھا ہے وہ محبت کی گفتگو سنتے ہی نہیں ــــــ لیکن ساتھ ہی یقین بھی رکھتا ہے کہ محبت فاتح ... امکاں ہے اور بہر حال فتح اسے حاصل ہو کر رہتی ہے۔ اور اسی یقین کے ساتھ زیرنظر کتاب آپ کے حوالے ہے۔

بزرگوں کا کہنا ہے کہ خدا ہی جانے کب کس کی کون سی بھلائی کون سی اچھی کوشش پروردگار کو بھا جائے اور اسے بخشش و عطا سے نواز دیا جائے ــــ

اس کتاب کی تحریر میں یہ آرزو یہ مقصدیت یہ تمنا یہ امید کارفرما ہے کہ شاید رحمتوں والا اس گناہ گار کی اس کوشش کو قبول فرمالے اور اسے اپنے کچھ بندوں کے لیئے ہدایت کا ذریعہ بنا دے ــــــــ

Scanned with CamScanner

سلام

امیرِ قافلۂ انس و جاں سلام علیکؐ
حضورؐ وارثِ لاوارثاں سلام علیکؐ

امینِ دولتِ صبر و رضا مجاہدِ غم ‌ ‌ ‌ زمینِ فقر کے اے آسماں سلام علیکؐ
درِ حضورؐ پہ ملتی ہے دولتِ کونین ‌ ‌ ‌ سکونِ قلبِ صفِ سائلاں سلام علیکؐ
کوئی کبھی آپ کے در سے پھرا نہ خالی ہاتھ ‌ ‌ ‌ غم آشنائے دلِ بیکساں سلام علیکؐ
نثارِ زلفِ معنبر پہ مشک عطر گلاب ‌ ‌ ‌ بہارِ خلد کے روحِ رواں سلام علیکؐ
نہیں ہے مذہب و ملت کی قید کوئی یہاں ‌ ‌ ‌ ہر ایک پر نگہِ مہرباں سلام علیکؐ
خدا نے زندگی جاوداں عطا کردی! ‌ ‌ ‌ مقیم و ساکنِ دارالاماں سلام علیکؐ
تصورات کی دنیا بھی ہوگئی آباد... ‌ ‌ ‌ کمال آپ کا ہے بے گماں سلام علیکؐ

امیدوارِ کرم ہے امیرِ حمزہ بھی!
قبول کیجیے شاہِ شہاں سلام علیکؐ

خالق محبت کے نام سے

لفظ "محبت" شناخت کا محتاج نہیں، ہاں تشریح کا محتاج ضرور ہے اور ہر دور میں اس کی تشریح کی جاتی رہی ہے ــــ عام طور پر لفظ محبت ایک دوسرے کی پسندیدگی اور چاہت کے مفہوم میں مشتمل ہے لیکن یہ استعمال مجازی ہے۔ حقیقی محبت کی حقیقی تشریح و تعریف محال ہے۔ محبت حقیقی ہو یا مجازی وارداتِ قلبی سے عبارت ہے۔ محبت مجازی جمال ہوش ربا کے دیدار کا سودا اور جنون (جو بہر حال ایک حد تک ہوتا ہے) ذہن و دماغ میں پیدا کرتی ہے جبکہ محبت حقیقی وہ ہے کہ روح جمالِ حقیقی کے مشاہدہ کے لئے تڑپنے لگے۔ اس کو اور واضح طور پر یوں سمجھ لیا جانا زیادہ بہتر ہے کہ محبت مجازی اغراض اور مقصد بر آری کے لئے ہوتی ہے جبکہ محبت حقیقی غرض، لوث، طمع، حرص، خوف، طلب سے پاک قلزمِ اخلاص میں نہایا ہوا وہ مقدس اور پاکیزہ جذبہ اور واردات قلبی ہے کہ عاشق کو دنیا و مافیہا سے بے نیاز کر کے محبوب کے تصور اور دیدار جمالِ حقیقی کی طلب میں ڈبو دیتا ہے یعنی

عشق کو موت کے بھی قرار نہیں ــــ ہستی کا بھی اعتبار نہیں

محبت کے سلسلہ میں شاہراہ سلوک و عرفاں کے تیز گاموں کا نظریہ ہے کہ محبت

عطیہ وہبی ہے یہ کوشش، جدوجہد اور کسب سے نہیں بلکہ قدرت کے فضل سے حاصل شدہ پروردگار کا عطیہ ہوتی ہے۔

محبت دردمندانِ جہاں کو بخشی جاتی ہے
یہ نعمت کسب سے حاصل نہیں ہوتی جہاں والو

لفظ محبت کی اساسی معنویت کا حرف آغاز پروردگار اور قدسیوں (فرشتوں) کے اس مکالمہ سے واضح طور پر ہوتا ہے جب خداوند ارض و سماء فرشتوں کو۔۔ اپنے خلیفہ کی تخلیق سے آگاہ کرتا ہے اور فرشتے خالق کون و مکاں سے کہتے ہیں کہ پروردگار "ہم تیری حمد اور پاکی بیان کرتے ہیں پھر ایسوں کی تخلیق کیا ضرورت ہے جو فساد برپا کریں اور خون خرابہ پھیلائیں ـــــ فرشتوں کے اس قول کے جواب میں رب ہر دوجہاں فرماتا ہے کہ "میں جانتا ہوں جو تم نہیں جانتے"۔

واقعی فرشتے نہیں جانتے تھے کہ محبوب حقیقی نے اپنے محبوب کی بعثت کا فیصلہ کر رکھا تھا جس کے لئے کائنات کا وجود، مہ و انجم کی انجمن آرائی، ارض و سماء کی تنصیب، انسان کی تخلیق، قلم کی تعلیم، نجم و شجر کی صفت سبحان، آسمانوں کی رفعتیں، زمین کی وسعتیں، مہکتے ہوئے گل و گلزار، چاندنی راتیں، پرُخواب فضائیں سبزوں کا ہجوم، معصوم پری زادوں کے کاشانوں کی طرح روشن ستارے، خوشبو نکہت میں بھیگی ہوئی سنبل و ریحان کی زلفوں کو سنوارتی ہوئی سرشار ہوائیں، مست اور اودی اودی گھٹائیں، چرند پرند، نباتات و جمادات کی تخلیق، انجمن دانش کی حیات آرائیاں سب مقدر ہو چکی تھیں۔

خالقِ ارض وسماء کی جانب سے فرشتوں کو آدم کی تخلیق سے آگاہ کرنا اور اس کی اشرفیت و برتری کے ثبوت فراہم کرنا رحمٰن و رحیم کی جانب سے اس محبت کا مظاہرہ تھا جس کی خلافت کی ذمہ داری مستقبل میں انسان کے کندھوں پر آنے والی تھی اور پھر اسی موقع پر محبت کا پہلا امتحان عمل میں آیا جب پروردگار نے فرشتوں کو حکم دیا اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ ـــــ آدم کو سجدہ کرو ـــــ فَسَجَدُوْا ـــــ تو سب نے سجدہ کیا ـــــ اِلَّآ اِبْلِیْسَ ـــــ لیکن ابلیس نے سجدہ نہیں کیا ـــــ ابلیس جو معلم الملکوت تھا خدا کی پاکی بیان کرنا اس کی تقدیس میں مصروف رہنا اس کا شغل تھا لیکن حقیقی محبت کے امتحان کے وقت اسے ناکامی ہوئی کیونکہ محبوب کے حکم کی تعمیل میں عاشق کے لئے قیل و قال، چوں چرا اور اگر مگر کیسا ـــــ اس کا حکم پورا کرنا ہی تو محبت ہے اور اس میں اس بات کی کوئی گنجائش نہیں کہ چونکہ قابلِ سجدہ صرف رب العلیٰ کی ذات ہے اس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں ساری پیشانیوں کے سارے سجدے صرف اور صرف اسی کے لئے ہیں لیکن اگر مسجود خود کسی کو سجدہ کا حکم دیتا ہے تو گویا یہ ایک سچے عاشق کے لئے محبوب کا حکم ہے اور اس حکم کو پورا کیا جانا ہی حقیقی محبت ہے ۔ اس بات کو بہت ہی سادہ اور صاف انداز میں سید ناحاجی وارث علی شاہؒ نے اس طرح فرمایا ـــــ

"عشق میں ترک ہی ترک ہے ـــــ عاشق وہ ہے جو رضا و تسلیم میں ثابت قدم رہے"

پروردگار کی جانب سے لئے جانے والے محبت کے پہلے امتحان میں عزازیل

ناکام ہوگیا کیونکہ وہ رضا و تسلیم میں ثابت قدم نہیں رہا اور خدا کا حکم ٹھکرا کر نافرمانوں کی صف میں کھڑا ہوگیا ــــــ نفرتوں کی تبلیغ و ترویج کو اس نے اپنا شیوہ بنایا ــــــ اور طاغوتی قوتوں کو منظم کرنے کی سازشوں میں مصروف ہوگیا پروردگار نے جب جب اس کو حدود سے تجاوز کرتے پایا ــــــ تب تب ان قوتوں کی صف آرائی کی جو برائیوں کو ختم کر دیتی ہیں ــــــ عزازیل نے پہلا نشانہ حضرت آدمؑ کو ہی بنایا جس کے نتیجہ میں وہ جنت سے نکالے گئے کائنات نفرت اور محبت کو اپنے ہمراہ لے کر اپنی ارتقار کی طرف گامزن ہوئی۔ جب نفرت اور محبت کے مناظر کا مشاہدہ کرتی ہوئی دنیا اس موڑ پر پہونچی جب حضرت ادریسؑ علیہ السلام اپنے فرزندوں سے جدا ہوئے اور وہ ان کی محبت میں ہجر کے کانٹوں پر بسر کرنے لگے۔ تو نفرت کے نمائندہ عزازیل نے ان کی محبت کو ایک عجیب رنگ دینے کا فیصلہ کیا وہ آلِ ادریسؑ کے پاس آیا اور محبت بھرے لہجے میں سمجھایا کہ مجھ سے دیکھا نہیں جاتا کہ تم باپ کی جدائی میں آٹھ آٹھ دن آنسو بہاؤ اس لئے تمہارے والد کا ایک مجسمہ بنا دیتا ہوں اس طرح تمہارا غم غلط ہوگا تم اپنے باپ کو دیکھ سکو گے اور ان کی پزیرائی کر سکو گے ــــــ پھر اس نے حضرت ادریسؑ کا مجسمہ تیار کر دیا جو ہو بہو حضرت ادریسؑ جیسا تھا، صرف گویائی سے محروم تھا۔ مورخین لکھتے ہیں کہ وحدت کی شاہراہ پر چلنے والے آدم کے بیٹے اس مجسمہ کی پوجا کرنے لگے اور حق و باطل کی باقاعدہ صف آرائی کا آغاز ہوگیا۔

آدم کے بیٹے عزازیل کے جال میں اس بری طرح الجھے کہ نافرمانیاں ان کا

وطیرہ ہو گئیں اور انھوں نے پروردگار کی جانب سے ہدایات کے پیغام لے کر آنے والے حضرت نوح علیہ السلام کو دعوتِ وحدت کے جواب میں زد و کوب کیا، خود حضرت نوح کی زوجہ نے انھیں پاگل گردانتے ہوئے لوگوں کو ترغیب دی کہ انھیں ماریں پیٹیں رب کی محبت میں سرشار حضرت نوح نے جب یہ سنا تو آسمان کی سمت منہ کر کے اپنے خلیفہ کی حیثیت سے انسانوں کو پیدا کرنے والے خالق کائنات کو پکارا اَنِّیْ مَغْلُوْبٌ فَانْتَصِرْ ـــــ جبرئیل امین بھیجے گئے اور انھوں نے پروردگار کا پیغام دیا کہ دعا کرو اللہ قبول کرے گا۔ طوفان نوح آیا اور نفرتوں کے پرستاروں کو بہالے گیا۔

دنیا اپنے ارتقاء کے سفر پر گامزن رہی ـــ پروردگار نے جب دیکھا کہ نفرتوں اور محبتوں کی راہوں پر چلنے والوں کے تناسب میں پھر غیر معمولی فرق آگیا ہے اور طاغوتی اجزا غالب آرہے ہیں تو پھر اپنا پیغامِ محبت دنیا کی طرف ارسال اور حضرت ہود نے "یٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰہَ" کا پیغام سنایا لیکن صرف ستر افراد ہی ان کے پیغام پر لبیک کہنے والے ثابت ہوئے باقی کو پروردگار نے سزا یاب کرنے کا فیصلہ کیا اور قوم عاد کے موجودات کو کھجور کے کھوکھلے کھنڈ کی طرح اکھاڑ پھینکنے والی ہواؤں نے نافرمانوں کو نابود کر دیا۔

دنیا منزل کی سمت رواں دواں رہی۔

سبک رو روحانی قوتوں کے تقابل میں عزازیل کی ریشہ دوانیوں نے ایک ایسے طاغوتی وجود کو تاریخ عالم کے حوالے کیا جس نے نشہ قوت واقتدار

میں اعلان کیا کہ "میں خدا ہوں" واقعہ نویسوں نے لکھا ہے کہ وہ کمان میں تیر لگا کر کہتا تھا کہ اگر آسمان میں کوئی دوسرا خدا ہے تو میں اُسے قتل کر دوں گا۔ پروردگار نے عشق کو بے خطر آگ میں کودتے اور تلاشِ حق کے لئے اپنے بندے کی بے چینی اور اضطراب دیکھنے کا فیصلہ کیا۔

ایک دن نمرود نے اپنے مشیرانِ مملکت اور ستاروں کی چال پہچاننے والوں پر ملال کی دھول اڑتی دیکھی سبب معلوم کرنے پر بتایا گیا کہ باطل کو نابود کر دینے والا آرہا ہے۔ نمرود نے اعلان کر دیا کہ بیویوں کو شوہروں سے دور کر دیا جائے ـــــ نفاذ حکم کے باوجود نمرود کے خادم خاص کو پروردگار نے وجود کا ذریعہ بنایا ـــــ نمرود کے ستارہ شناسوں نے خبر دی کہ وہ ہو گیا ہے جسے آپ نہیں ہونے دینا چاہتے تھے۔ نمرود نے حاملہ خواتین کے بچوں کو ولادت کے بعد قتل کر دینے کا حکم سنایا۔ بچے قتل کئے گئے لیکن مادرِ ابراہیمؑ نے اپنے نونہال کی پرورش ایک غار میں کی۔ اس نونہال نے ایک دن اپنی ماں سے بڑا عجیب سوال کیا کہ "اے ماں میرا رب کون ہے؟" ماں کے جواب نے اس معصوم کو مطمئن نہیں کیا ایک دن وہ معصوم جب غار سے باہر نکلا اور آسمان پر ٹمٹماتے ستاروں کو دیکھا تو سوچا شاید یہ میرے رب ہوں لیکن جب وہ چھپ گئے تو اس معصوم نے اپنا فیصلہ بدل دیا کہ جو چھپ جائے وہ میرا رب نہیں ہو سکتا۔ پھر اس کی نگاہ چاند پر پڑی اور وہ پکارا کہ شاید یہ میرا رب ہے لیکن

Scanned with CamScanner

جب وہ بھی ڈوب گیا تو معصوم کا دل ڈوبنے لگا۔ اس نے پروردگار سے ہدایت کی دعا مانگی پھر اسے سورج نظر آیا وہ بے ساختہ بول اٹھا یہ بڑا ہے یہ میرا رب ہے۔ لیکن جب سورج غروب ہوا تو حضرت ابراہیم نے اپنی قوم کے شرک کی نفی کی اور کہا کہ زمین و آسمان کے خالق کی طرف رخ کرتا ہوں میں شرک کرنے والوں میں نہیں ـــــ اور ـــــ پھر وقت نے عاشق محبوبِ حقیقی کو طاغوتی قوتوں کی نفی کرنے کے نتیجہ میں آتشِ نمرود میں بے خطر کودتے دیکھا۔

"آنکھوں پر پٹی باندھ لیجئے ابا حضور کہیں ایسا نہ ہو کہ بیٹے کی محبت خالقِ ارض و سما کے حکم کی تکمیل میں رکاوٹ بن جائے" یہ جملہ حضرت ابراہیم کے فرزند حضرت اسماعیل نے اس وقت ادا کیا جب حضرت ابراہیم پر امتحانِ محبت کی گھڑی آئی اور پروردگار کی جانب سے اپنے عزیز فرزند کو راہِ خدا میں قربان کر دینے کا اشارہ ملا ـــــ پروردگار اپنے پاک کلام میں ارشاد فرماتا ہے، انا ابتلی ابراھیم ربہ بکلمات فاتمھن ابراہیم کو بہت سی آزمائشوں میں ڈالا گیا جس میں وہ کامیاب رہے لہٰذا بیٹے کی قربانی کے امتحان کے موقع پر انھوں نے ان ساری احتیاطوں کو ملحوظ رکھا کہ بیٹے کی محبت غالب نہ آنے پائے لہٰذا بیٹے کی محبت غالب نہ آسکی ـــ لیکن پروردگار کی بندے سے محبت اپنا کام کر گئی ـــــ حضرت ابراہیم کی چھری جب کامیابی سے

سرشار ہوئی اور حضرت ابراہیم نے آنکھوں سے پٹی کھولی تو پتہ چلا کہ محبت کا امتحان لینے والے نے حضرت اسمٰعیل کی جگہ ذبح ہونے کے لئے ایک دنبہ ارسال کر دیا تھا اس طرح حضرت ابراہیم محبت کے امتحان میں کامیاب ہو گئے .. اور محبوبِ حقیقی نے ان کی اس ادا کو رہتی دنیا تک کے لئے ایک نمونہ بنانے کا فیصلہ کیا اور اسلامیان پر اس ادا کی نقل لازم قرار دے کر سُنّتِ خلیل اللہ کو زندۂ جاوید بنا دیا۔

اگر باپ کے کاندھے بیٹے کا جنازہ اٹھاتے ہیں تو بڑا بوجھ محسوس ہوتا ہے دنیا میں اس انداز کی وارداتیں ہوتی رہتی ہیں۔ لیکن اگر باپ کے ہاتھوں بیٹے کو ذبح کرنے کا مسئلہ درپیش ہو ہم محسوس کر سکتے ہیں کہ یہ ایک بہت بڑا امتحان ہے۔ اس امتحان کے نقطہ عروج سے قطع نظر یہ بھی ایک بڑا امتحان ہے کہ بیٹا زندہ ہو مگر آنکھوں سے اوجھل کر دیا جائے۔

لمحہ لمحہ بیٹے کی یاد میں تڑپ تڑپ کر انتظار کی گھڑیاں گننے والے باپ کی تڑپ کے حوالہ سے خالقِ موجودات نے ہم پر جو واقعات منکشف کئے ہیں اور قرآن نے جسے اَحْسَنَ الْقِصَصِ کا عنوان دیا ہے اس سے ہمیں .. پروردگار کی بندے سے محبت اور اپنے عاشق کی معمولی لغزش کی سزا کا انکشاف ہونے کے ساتھ ساتھ عشقِ حقیقی کی ان منازل کا ادراک ہوتا ہے جہاں عقل محوِ تماشہ رہ جاتی ہے۔

Scanned with CamScanner

اسلاف لکھتے ہیں کہ ایک بھوکے سائل کی طرف سے نادانستہ بے توجہی کی سزا پروردگار نے حضرت یعقوبؑ کو اس انداز میں دی کہ ان کی محبوب ترین اولاد کو ان سے جدا کر دیا۔ اس اولاد کو جس کے حسن و جمال کے دیدار میں محو ہو جانے والیوں نے اپنی انگلیاں تراش لیں جس کے جمال نے زلیخا کو ہوش سے بیگانہ کر دیا ـــــ وہ پرتوِ حسنِ حقیقی جس کا مول پوری دنیا کے خزانے نہیں بن سکتے تھے ـــــ مصر کے بازار میں نیلام ہوا ـــــ واقعات کی شہادت کے مطابق حضرت یوسفؑ کی پریشانیوں کے ذمہ داروں کی رگوں میں بھی حضرت یعقوب کا ہی لہو دوڑ رہا تھا ـــــ جنہیں طاغوتی قوتوں کے نمائندہ نے بغض و حسد کے حصار میں لے کر بھائی کی دربدری کا وسیلہ بنایا تھا ـــــ جب حضرت یوسفؑ کو وہ موقع فراہم ہوا جہاں انسان کو انتقام ـــــ یا ـــــ معافی کا اختیار ہوتا ہے تو حضرت یوسفؑ نے معافی کو وطیرہ بنایا۔

ترغیبِ حق کیلئے رحمٰن و رحیم نے جب حضرت یونسؑ کو دنیا میں بھیجا انھوں نے چالیس سال تک بندگانِ خدا کو خدا کی طرف بلایا وہ نہیں آئے تو حضرت یونس نے پروردگار کی مرضی کے بغیر اپنی قوم کو چھوڑ کر ہجرت اختیار کی ـــــ ان کی یہ لغزش محبت حقیقی کے اصولوں کے منافی تھی پروردگار نے انھیں سزایاب کیا اور ۴۰ دن تک مچھلی کے پیٹ میں قید کئے

گئے ـــــــ لیکن جب درد بھرے لہجے میں انھوں نے محبوبِ حقیقی کو پکارا تو رحمتِ خداوندی نے انھیں معافی عطا کر دی اور فرمایا اِنَّ یُونُسَ لَمِنَ الْمُرْسَلِین ـــــــ

رب دو جہاں نے فرشتوں کو صرف عبادت کے لئے بنایا۔ ان کی زندگی میں غمِ روزگار نہیں پریشانیوں اور آسانیوں کے مراحل نہیں، معاش کی فکر نہیں جبکہ انسان کے کاندھے پر دنیا کے مسائل کے ساتھ ساتھ محبوبِ حقیقی کی تلاش اس کی محبت و عبادت کی ذمہ داری رکھی گئی ہے اور اسی لئے اسے تمام مخلوقات پر برتری حاصل ہے۔ محبت کے لئے یہ ضروری نہیں کہ بندہ آسودگیوں سے مالامال ہو تبھی محبت کرے، غموں کے ہجوم میں محبت سے پہلو تہی کرنے لگے۔ چنانچہ جب ملائک نے کہا کہ حضرت ایوب علیہ السلام کی عبادت اور اظہارِ محبت محض اس وجہ سے ہے کہ پروردگار نے انھیں ابھی بے شمار نعمتوں اور آسائشوں سے نوازا ہے ـــــــ تو ـــــــ رب نے فرشتوں کو دکھایا کہ "معشوق کی عطا ہو یا جفا عاشق کے لئے راز ہے" عاشق نہ تعریف سے خوش ہوتا ہے نہ ملامت سے رنجیدہ ـــــــ

رب العزت نے حضرت ایوب سے آسائشیں چھین لیں مال و دولت سے محروم کر دیا، اولاد چھت کے نیچے دب کر ہلاک ہو گئی۔ اور چالیس ہزار کی تعداد میں بھیڑ بکری ہاتھی گھوڑے اونٹ گائے بیل مویشی مر گئے ـــــــ حضرت ایوب محوِ عبادت تھے جب انھیں خبر دی گئی کہ تمام

سامان گھریلو اثاثے سب جل کر خاکستر ہو گئے ـــــ اور کچھ باقی نہیں بچا ـــــ آپ نے فرمایا شکر ہے ابھی جان باقی ہے ـــــ پھر صحت کی نعمت بھی چھین لی گئی اور اٹھارہ سال تک امراض میں گرفتار رہے تمام جسم میں کیڑے پڑ گئے خویش واقربا نفرت کرنے لگے اور ایک ٹاٹ میں لپیٹ کر انھیں گاؤں سے دور کر دیا گیا لیکن پروردگار کے شکر کے کلمات سے رطب اللّسان رہتے اور خدا کی دی ہوئی تکلیف اتنی پیاری تھی کہ اسلاف لکھتے ہیں ایک دن ان کے جسم کے کچھ کیڑے زمین پر گر پڑے ـــــ تو ـــــ انھیں اٹھا کر پھر اپنے جسم پر رکھ لیا ـــــ حق تعالیٰ نے فرمایا ـــــ

إِنَّا وَجَدْنَاهُ صَابِرًا نِعْمَ الْعَبْدُ إِنَّهُ أَوَّابٌ

شرار طاغوتی ہر دور میں شعلہ بن جانے کی فکر میں رہا ہے ـــــ لیکن رحمانی ضیا پاشیوں نے اسے ہر دور میں ناکام کر دیا ہے ـــــ اور کہیں کہیں واقعات کی طرفہ آفرینی بتاتی ہے کہ رحمانی قوت طاغوتی عناصر سے اس طرح کھیلتی رہی ہے جس طرح مچھلی کا شکاری مچھلی کا شکار کرتے وقت مچھلیوں سے کھیلتا ہے۔

چنانچہ

طاغوتی نمائندہ فرعون نے جب اپنے کو خدا کہلوایا تو قدرت نے ایک دلچسپ کھیل کھیلا اور فیصلہ کیا کہ ـــــ

کل جو بچہ دفن کرے گا تجھ کو گہرے پانی میں..!
غور سے سن وہ تیری ہی آغوش میں پلنے والا ہے

چنانچہ حضرت موسیٰ فرعون کے گھر میں پلے اس کی ڈاڑھی سے کھیل کھیل کر باہوش ہوئے اور پھر ایک دن یہ اعلان کر کے ایوانِ فرعون میں زلزلہ پیدا کر دیا کہ ــــــ

"انا رسول رب العالمین"

حق و باطل اور محبت و نفرت کی جنگ جاری رہی اور قدرت کے بموجب آخر کار ایک دن خدائی کا دعویٰ کرنے والے فرعون کو گہرے پانی میں غرق ہونا پڑا۔

محبت میں بیتابی اور دیدارِ جمالِ ہوشربا میں عجلت کا مظاہرہ دورِ موسوی میں ہوا جب عشق کے ذوق و شوق میں عاشقِ محبوب حقیقی نے دیدارِ جمال کی ضد کر لی۔ حضرت موسیٰ نے کہا ــــــ

رب ارنی انظر الیک

لوگ خدا کو دیکھنا چاہتے ہیں دیکھ کر اسے پوجنا چاہتے ہیں ــــــ
لیکن ــــــ وہ خدا ہی کیا جسے ہر کس و ناکس سمجھ لے اور گندے پانیوں سے وجود پانے والا انسان اس کا جلوہ دیکھنے کی تاب رکھے۔

پیغمبر خدا حضرت موسیٰؑ نے رب کو دیکھنا چاہا اور اپنی اس حسرت پر

Scanned with CamScanner

مچل گئے ـــــ رب نے تجلی دکھائی تو پہاڑ ریزہ ریزہ ہوگیا اور حضرت موسیٰؑ بے ہوش ہو کر گر پڑے

اظہارِ محبت کے لئے زبان و بیان، اسلوبِ نگارش، گفتگو کی چاشنی معنی آفرینی، ندرتِ کلام، مرصع عبارتوں، مزین جملوں، خوبصورت کلمات، محاسن آفرینی و رعنائی، ادائیگی رسومات اور تکلفات لفظی کی ضرورت نہیں محبت وارداتِ قلبی ہے ـــــ اور محبوب و محب کے درمیان قلبی رابطہ قلبی طلب اور روحانی تمناؤں سے عبارت ہے ـــــ

کلیم اللہ راہ گزر سے گزر رہے تھے ـــــ ایک چرواہا خدا کی محبت میں ڈوب کر اسے پکار رہا تھا ـــــ اس کا تمنائی تھا اور اپنے معصوم جذبوں کا اظہار کر رہا تھا ـــــ خدایا اگر تو مجھے مل جائے تو میں تیرے ہاتھ دباؤں، پاؤں دباؤں، تیرے سر پہ مالش کروں ـــ تیری خدمت میں رات دن ایک کردوں ـــــ کلیم اللہ نے چرواہے کی یہ گفتگو سُنی تو انھیں غصہ آیا ـــــ انھوں نے چرواہے کو ڈانٹا ـــــ بیوقوف آدمی خدا کہیں تیری طرح انسان ہے جو تو اس طرح کی خواہشات کا اظہار کر رہا ہے ـــــ چرواہا پشیمان ہو کر چپ ہوگیا لیکن خدائی خاموش نہیں رہی ـــــ انتہائی رحمٰن و رحیم پروردگار نے کلیم اللہ کو ڈانٹا ـــــ

تو برائے وصل کردن آمدی ۔ نے برائے فصل کردن آمدی

تمہیں بندوں کو معبود سے قریب کرنے کے لئے بھیجا گیا ہے

نہ کہ ۔۔۔ دور کرنے کے لئے ۔

پروردگار نے ازل سے محبت کی جو داغ بیل ڈالی تھی اس کی راہ کے جنوں پروروں پر اجسام اور ظواہر پر منظر رکھنے والے جیں بہ جبیں رہے ہیں اور ۔۔۔ ہیں ۔۔۔ جنوں اپنا کام کرتا ہے ۔۔۔ عقل اپنا کام کرتی ہے تاہم ۔۔۔ دل کی حقیقی واردا توں کو وہی جانتا ہے جو دل کے قریب رہتا ہے

عاشق کا ایمان رضائے یار ہے ۔۔۔ حضرت وارث علی شاہؒ

عاشق کے لئے اس سے بڑھ کر اور کیا بات ہو سکتی ہے کہ محبوب اس سے کوئی مطالبہ کرے ۔۔۔ ہم اہل جہاں ہوس کے بندے ، حرص کے چنگل میں جکڑے ہوئے لوگ ، مجازی محبتوں میں محبوب کے ہاتھوں پر آسمان کے ستارے توڑ کر رکھ دینے کے دعوے کرتے ہیں اور اس دعوے کے بعد خود کو بڑی محبت کرنے والا مانتے ہیں ۔۔۔ اگر سچے عاشق سے حقیقی محبوب کچھ مانگے تو اس کے لئے یہ کتنا بڑا اعزاز ہے ۔۔۔

نگاہِ مردِ مومن سے بدل جاتی ہیں تقدیریں

کلیم اللہ کی محبت نے ضد کی ـــــ اور ضد کر کے خدا کا جلوہ دیکھا جس کی تاب نہ لا سکے ـــــ انھیں کے زمانہ میں ایک دوسرے عاشق نے محبوب سے ضد کی ـــــ لوحِ محفوظ کی تحریر بدل دی گئی ـــــ

ایک خاتون نے ایک دن کلیم اللہ سے درخواست کی کہ آپ اللہ سے کلام کرتے ہیں، میں ممتا کی پیاسی ایک عورت ہوں میری بھی درخواست پروردگار تک پہونچائیے کہ مجھے اولاد سے نواز دے ـــــ جب کلیم اللہ کو اللہ سے شرفِ ہمکلامی حاصل ہوا اور حضرت موسیٰ نے اس عورت کے دکھ کا ذکر کیا، تو پروردگار نے کہا کہ اس کی تقدیر میں اولاد نہیں ہے ـــــ حضرت موسیٰ نے یہ بات اس خاتون کو بتا دی وہ ناامید ہو کر غموں کی ٹوکری اٹھائے چلی۔ راستہ میں ایک درویش نے اسے روتا دیکھا تو سبب پوچھا ـــــ اس نے اپنی دکھ بھری داستان سنادی ـــــ درویش نے بارگاہِ ایزدی میں دستِ دعا بلند کیا تو جواب ملا کہ موسیٰ لوحِ محفوظ دیکھ کر گئے ہیں تم بھی دیکھ لو اس عورت کے مقدر میں اولاد نہیں ہے ـــــ عاشق نے کہا اے بارالٰہ اپنی قدرت سے اس کی گود ہری کر دے۔ فرمان ہوا اس کے مقدر میں اولاد نہیں" ـــــ اچھا ایک نہیں تو دو دیدے ـــــ پھر نفی میں جواب ملا ـــــ عاشق نہیں مانا اچھا دو نہیں تو تین دیدے ـــــ اس کی قسمت میں بچہ نہیں اچھا تین نہیں تو چار دے دے ـــــ" وہ ماں نہیں بن سکتی" اچھا چار نہیں تو پانچ دیدے ـــــ" وہ صاحب اولاد نہیں بن سکتی ـــــ

اچھا پانچ نہیں تو چھ ہی دیدے ـــــ اس کے آنگن میں کلکاریاں نہیں گونج سکتیں"ـــــ اچھا چھ نہیں تو سات ہی دیدے"ـــ اچھا اے میرے دوست اب اور ضد نہ کر اُسے سات اولادیں عطا کردی گئیں ـــــ محبوبِ حقیقی کا فرمان ہوا۔

عاشق نے جب محبوب سے ضد کر کے نوشتہ لوحِ محفوظ بدلوالیا تو خاتون کو یہ مژدہ سنایا کہ گھر جا اور پروردگار کی نوازشات کا انتظار کر ـــ پروردگار نے اسے اولاد سے نوازا اور خوشیاں اس کے آنگن میں اتر آئیں۔ کلکاریوں نے اس کے گھر کو آباد کردیا ـــ اتفاقاً ایک روز کلیم اللہ کا گذر ہوا خاتون کے پاس بچوں کی فوج دیکھ کر پوچھا کہ یہ بچے کس کے ہیں؟ اللہ کی نوازشات ہیں۔ موسیٰ جب اللہ سے ہمکلام ہوئے تو انھوں نے پروردگار سے اس واقعہ کے رموز جاننے کی کوشش کی ـــ محبوبِ حقیقی کا حکم ہوا کہ ایک چھری اور ایک پیالہ لو ـــ اور آدمی کا گوشت لے کر آؤ ـــــ حضرت موسیٰ تین دن تک گھومتے رہے لیکن کامیابی نہیں ہوئی اچانک وہی جنوں پرور فقیر انھیں ملا اور پوچھا اے کلیم اللہ یہ چھری اور پیالہ کیسا؟ کلیم اللہ نے فرمایا پروردگار کو انسان کے گوشت کی ضرورت ہے۔ تین روز سے گھوم رہا ہوں لیکن کسی نے اس مطالبہ کو پورا نہیں کیا ـــــ یہ سن کر درویش کا دلِ جنوں زدہ بیقرار ہوگیا ـــ چھری اور پیالہ کلیم اللہ سے لے لیا اور پوچھا جسم کے کس حصے کا گوشت مطلوب ہے؟" اس کی تفصیل تو پروردگار نے نہیں بتائی میں دریافت

کر کے آیا ہوں ـــــ نہیں دیر ہو جانے کا خدشہ ہے۔ ایسا کیجئے میں جسم کے ہر حصّہ کا گوشت دے دیتا ہوں جو مرغوب ہو گا کام آئے گا ـــ یہ کہہ کر درویش نے جسم کے ہر حصّہ کا گوشت کاٹ کر پیالہ بھر دیا اور کہا اس ھدیہ ناچیز کو قبول فرمائیے ـــــ حضرت موسیٰ گوشت لے کر پروردگار کے بارگاہ میں پہونچے اور گوشت پیش کیا ـــــ ندا آئی اے موسیٰ اسی درویش کی دعا سے اس خاتون کو سات بچّے عطا کئے گئے ہیں جس نے اپنا گوشت تمہیں دیا ہے ـــ

پروردگار کی جانب سے بار بار دنیا کو بنانا، بنا بنا کے مٹانا، مٹا مٹا کے بنانا اس امر کی دلیل تھی کہ پروردگار اس دنیا کو کسی خاص ہستی کے لائق بنانا چاہتا تھا ہے ـــ اس لائق جس کی خاطر اس کائنات کو وجود بخشا گیا۔ جس کے شوق میں سیارگانِ فلک ازل سے چشم براہ تھے ـــ چرخِ کہن جس کیلئے مدّت ہائے دراز سے لیل و نہار کی کروٹیں بدل رہا تھا ـــ قضا و قدر کے کارکنان جس کی خاطر محفلیں سجا رہے تھے، ایوبؑ کا صبر، ابراہیم کی توحید یوسف کا حسن، یعقوب کا ضبط، عیسٰی کی جاں نوازی، موسیٰ کی کلیم اللّٰہی بھی کچھ اس لئے دنیا کے منظر نامہ پر پیش کیا گیا کہ شہنشاہِ موجودات کی بارگاہ میں کار آمد ہو ـ

وادیٔ بطحٰی میں نور چمکا، فرشتوں نے راہوں میں کلیاں بچھائیں ـــــ اور ـــــ وہ معمورِ تجلی فردوس ابداماں، اعجاز بیاں، شیریں سخن، درد کا درماں

غموں کا مداوا کرنے والا، زخموں پر مرہم رکھنے والا، جہانوں کی رحمت، اُمّی لقبی مکی، مدنی ——

قدم بڑھائیں جو سوئے منزل تو نبضِ کونین تھرتھرائے
ادائے حسنِ سبک خرامی نوشتہ کاتبِ مقدر
ہمارے آقا حبیبِ داور شفیعِ محشر قسیمِ کوثر
حریمِ خلوت سے آ رہے ہیں فضائے جلوت میں بن سنور کر

—————— عزیز بارہ بنکوی ؒ

جب انسانیت اس منزل پر پہونچ گئی کہ لوگ اپنی بیٹیوں کو زندہ درگور کرنے لگے —— اور وحشت کا یہ عالم ہو گیا کہ ذرا ذرا سی باتوں پر لمبی لمبی جنگیں چھڑنے لگیں، نفرت اپنی ارتقاء پر پہونچ گئی تو خالقِ کائنات اور محبوبِ حقیقی نے محبتوں کی انمول سوغاتیں لے کر اپنے محبوب کو خاتم الانبیاء بنا کر بھیجنے کا فیصلہ فرمایا ——

اور

رحمت کی سوغاتیں لے کر آیا کملی والا —— کانٹوں کی بستی پر برسائے رحمت کے پھول

آقائے نامدار نے فاراں کی بلندی سے وحدت کا اعلان کیا —— حرا سے ایک نسخۂ کیمیا لے کر قوم کی طرف آئے —— اور پھر شروع ہوا رحمتوں کا سلسلہ، امانتوں کا سلسلہ، دیانتوں کا سلسلہ، شجاعتوں کا سلسلہ، محبتوں کا سلسلہ، شہادتوں کا سلسلہ، سخاوتوں کا سلسلہ، مروّتوں کا سلسلہ، نوازشوں

کا سلسلہ، عنایتوں کا سلسلہ، معافیوں کا سلسلہ، امامتوں کا سلسلہ، خلافتوں کا سلسلہ، ولایتوں کا سلسلہ

محبوبِ خداوند نے وحشیوں کو شعور عطا کیا۔ بے اعتدالوں کو اعتدال کی دولت سے نوازا۔ نفرتوں کے پرستاروں کو محبتوں کی خوشبوؤں سے آشنا کیا، غلاموں کو مساوات دی، غمزدوں کو صبر و تحمل کی سوغات دی، گمرہوں کو مشعلِ ہدایت کی روشنی میں نہلایا، باطل پرستوں کو حق آشنائی بخشی، تہی دستوں کو دستِ دعا دے کر عرشِ اعظم تک باریاب کیا، اخلاقِ حسنہ کا وہ عدیم المثال نمونہ پیش کیا جو دنیا نے کبھی نہیں دیکھا تھا، بادشاہی میں فقیری اور فقیری میں بادشاہی کے وہ جلوے دکھائے کہ تمام آنکھیں خیرہ ہو گئیں۔

آقائے نامدار نے تبلیغِ اسلام کے لئے طرح طرح کی صعوبتیں جھیلیں، امّی لقبیؐ کو پتھر مار مار کر لہولہان کیا گیا، پروردگار نے اپنے محبوب کا بہتا ہوا خون دیکھا ——— تو جبرئیل امین کو اس پیغام کے ساتھ بھیجا ——— آپ کہیں تو دونوں پہاڑوں کے درمیان آباد اس گستاخ قوم کو کچل دیا جائے، سرورِ کونین نے بارگاہِ ربّ العزت میں امت کے لئے رحمت اور ہدایت کی دعا مانگی ——— وہ جو راہوں میں رکاوٹیں کھڑی کرتے تھے، آپؐ کے اوپر کوڑا.. ڈالتے تھے، آپؐ کے قتل کے درپے رہتے تھے ——— وقت آنے پر آپؐ نے اُن سے انوکھا انتقام لیا ——— یعنی گالیاں دینے والوں کو دعائیں دیں قتل کا ارادہ رکھنے والوں کو زندگی بخش دی، خاک کے ٹوٹے ہوئے دِلوں

Scanned with CamScanner

جوڑکر وحدت کے پرستاروں کو ایک ایسا نسخہ عطا کر دیا، ایک ایسا نسخہ عنایت کر دیا جسے رہتی دنیا تک ہر طبقہ ہر قوم اور ہر رنگ و نسل کے لوگوں پر آزما کر کامیابی حاصل کی جا سکتی ہے۔ اور وہ نسخہ ہے نسخۂ محبت۔

"محبت فاتحِ کون و مکاں ہے"

یہ انمٹ حقیقت ہے کہ محبت ہر زمانے کے اعتدال کی ضمانت رہی ہے ہے۔ محبت سے دلوں کو جیتا گیا ہے، محبوبِ حقیقی کے محبوب نے محبت کو اس کے جملہ عوامل کے ساتھ دنیا کے سامنے پیش کیا اور پتھروں کو موم بنا لیا۔ ہدایت کی روشنی پھیلتی رہی اور شمعِ ہدایت کے پروانوں میں اضافہ ہوتا رہا۔ تبلیغِ اسلام کے ساتھ ساتھ محبوبِ حقیقی کے محبوب نے عبادت اور اظہارِ محبت کے لئے رات دن ایک کر دیے یہاں تک کہ محبوبِ حقیقی نے خود کہا ــــــ

ــــ "یٰٓاَیُّهَا الْمُزَّمِّلُ ۙ قُمِ الَّيْلَ اِلَّا قَلِيْلًا ۙ نِّصْفَهٗٓ اَوِ انْقُصْ مِنْهُ قَلِيْلًا"

ساتھ ہی فخرِ موجودات نے اپنے جاں نثاروں کو یہ ہدایت دی کہ اگر تم مجھ سے محبت کرتے ہو تو میری اتباع کرو اللہ تم سے محبت کرے گا۔

سرورِ کائنات مخلوقِ خداوندی پر رحمت و محبت کی بارشیں برسائیں اور محبت کرنے کا درس دیا، اور اپنے عمل سے ثابت کر دکھایا کہ محبت سے تلخیاں مٹھاس میں بدل جاتی ہیں، اندھیرے اجالوں کا روپ دھار لیتے ہیں،

Scanned with CamScanner

دھواں شفاف بن جاتا ہے، درد دوا بن جاتا ہے، آگ انوار بن جاتی ہے
آہن موم ہو جاتا ہے، غم خوشی بن جاتا ہے، مرض صحت بن جاتا ہے،
قہر رحمت ہو جاتا ہے۔ چنانچہ آج یہ بات پورے دعوے، اعتبار اور
یقین کے ساتھ کہی جاسکتی ہے کہ اسلام کی ترویج و توسیع میں فخر موجودات
کے اخلاق حسنہ اور انسانیت سے محبت کے عمل نے نمایاں رول ادا کیا۔
اور آپ کے جاں نثاروں نے محبت اور ایثار کے اصول کو اپنا کر بڑے
بڑے معرکے سر کئے اور سر دے دے کر حق و باطل کی رزم گاہوں میں
کامرانیوں کے جھنڈے گاڑ دیے۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے بعد نبوت کا سلسلہ ختم ہوا۔۔،
پروردگار نے دین کے مکمل ہونے کا اعلان فرمادیا اور بندگانِ خدا تک
سچائیوں کی ترسیل کا ذمہ سرورِ کائنات کی امت کے کاندھوں پر ڈال دیا۔ کہ
جس کو جتنا معلوم ہو وہ دوسروں تک پہنچا دے ۔ چنانچہ آپ کے
جاں نثاروں نے ہر دور میں یہ کوشش جاری رکھی کہ سچائیوں کا پرچم سرنگوں
نہ ہونے پائے۔ باطل کے اندھیرے صداقتوں کی روشنی کو نگل نہ سکیں۔

نبوت سے خلافت، خلافت سے امامت اور امامت سے ولایت تک
کاروانِ اسلام کے سفر کی روداد کانٹوں کی نوک کو خونِ دل میں ڈبو کر لکھی گئی۔
اور تاریخِ عالم کے حوالے کردی گئی ۔ اس تاریخِ عالم کے حوالے جو ہر دور میں
سرفروشانِ اسلام کی جاں نثاریوں کی گواہیاں دیتا رہی اور اسلامیانِ عالم کو حق

برتری کی جد و جہد کے لیے تلقین کرتی رہی۔ ہر دور کی مائیں اپنے جگر کے ٹکڑوں کو اسلام کے حوالے کرتی رہیں اسلام کے شیدائی پیدا ہوتے رہے اور تبلیغ و ترویجِ اسلام کے لیے اپنی قربانیوں کی داستانیں مرتب کرتے رہے۔

جو محبوب کا محبوب ہو اس کا کیا کہنا ــــــ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم پر درود و سلام بھیجنے کے عمل کو پروردگار نے ایک ممتاز عبادت کا درجہ دیا ایسی عبادت جس میں خود پروردگار اور اس کے فرشتے بھی ذاکر ہوتے ہیں۔ قرآن شاہد ہے اور مسلمانوں کو حکم دیتا ہے "بے شک اللہ اور اس کے فرشتے نبی پر درود بھیجتے ہیں اے ایمان والو ان پر اور ان کی آل پر درود بھیجو۔

سرورِ کائنات کے صحابہ کو نجوم کا درجہ دیا گیا اور ان کی امت کے علماء کو بنی اسرائیل کے نبیوں کا مقام عطا ہوا اور آپؐ کی امت کے ولیوں کے بارے میں قرآن نے کہا کہ "آگاہ ہو جاؤ کہ بیشک اللہ کے ولی بے خوف و ملال ہوتے ہیں۔

اَلَآ اِنَّ اَوْلِيَآءَ اللّٰهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ

کیوں کہ اللہ سے لو لگانے والے اور باطل کو منور و مجلیٰ کرنے والے ظواہر کے حرص و خوف سے بے نیاز ہو جایا کرتے ہیں اور ان کی بے نیازی کبھی کبھی ان مراحل میں پہونچ جاتی ہے کہ ان کے دل میں جنت کی لالچ اور جہنم کا خوف بھی جگہ نہیں رکھتا ان کے نزدیک صرف اور صرف محبوب کی ناخوشی کا خوف ہوتا ہے ــــــ اور لالچ صرف اور صرف رضائے

محبوب کا ہوتا ہے ۔۔۔

چنانچہ

بے نیازانِ خوف و ملال میں سے ایک نام رابعہ بصری رحمۃ اللہ علیہا کا ہے ایک دن انھیں مجذوبانہ کیفیت میں گھر سے نکلتے دیکھا گیا ۔۔۔ ان کے ایک ہاتھ میں پانی تھا اور ایک میں چراغ ۔۔۔ پوچھا گیا کہاں جارہی ہیں؟ "جارہی ہوں ۔۔۔ آج اس چراغ سے جنت میں آگ لگا دوں گی اور اس پانی سے دوزخ کو بجھا دوں گی تاکہ آئندہ کوئی جنت کی لالچ اور جہنم کے خوف سے خدا کی عبادت نہ کرے بلکہ صرف خدا کی رضا کے حصول اور اس کی ناراضگی کے خوف سے اس کی عبادت کرے ۔۔۔

یہ حقیقت ہے کہ راہِ سلوک کے راہی درونِ ذات جنت کو آگ لگا کر اور دوزخ کو بجھا کر صرف محبوب کی رضا کی خاطر اور اس کی ناراضگی سے خوف زدہ رہ کر محبت کی راہ گذار پر قدم بڑھاتے ہیں اور پروردگار انھیں خوف و ملال سے بے نیاز کر دیتا ہے ۔۔۔

رہروانِ راہ سلوک نے ہر دور میں خود کو فنا کر کے محبت و صداقت کی بقا کا اہتمام کیا ہے ۔۔۔ اور جس طرح دنیا کے دیگر گوشوں میں اسلام کے علمبرداروں نے محبت کے اجالے پھیلائے ہیں اسی طرح مریادا پرشوتم رام اور کرشن جی کی سرزمین ہند میں بھی وحدت کے نغمے گائے گئے اور لوگوں کو آشنائے لذتِ بادۂ عرفاں بنایا ہمارے وطن عزیز "ہندوستان" نے انقلابات کے بہتیرے مدوجزر جھیلے

حملہ آوروں کی اسیری اور غاصبوں کی زیادتیوں کا نشانہ بنا ـــــ غلامیوں کی زنجیروں
کی گونج سُنی، مظالم کے کراہتے ہوئے اپنے سپوتوں کی سسکاریاں برداشت
کیں، انھیں میں ایک دور انگریزوں کی غلامی کا بھی تھا۔ جب ہمارے ملک
سیدھے، سادے، سچے اور محبت کرنے والے لوگوں کو یہ احساس ستانے لگا
کہ بکھراؤ قوموں کو توڑ دیتا ہے، انتشار اور اختلافات دشمنوں کی کامیابی
کی راہیں ہموار کرتے ہیں اس لئے ہمیں متحد ہو کر ملک کو غاصبوں سے آزاد کرانا
کرانا ہوگا ـــــ یہ بات ملک کے کسی خاص طبقہ نے نہیں محسوس کی ـــــ بلکہ
ہر طبقہ کے لوگوں میں آہستہ آہستہ یہ احساس پیدا ہوا کہ ہندوستان ہمارا
ملک ہے اس پر غیر ملکیوں کا قبضہ نہیں رہنا چاہئے ـــــ اگر ایک طرف ملک
کے بہی خواہوں نے یہ نظریہ بنایا کہ ملک کو معاشرتی اقتصادی، اور سیاسی
پیمانے پر پوری آزادی ملنی چاہئے اور ہندوستان پر ہندوستان کے لوگوں
کی حکومت ہونی چاہئے، ہمارا قانون چلنا چاہئے، ہمارے سکے چلنے چاہئیں
وہیں دوسری طرف ملک کے عوام کے اتحاد کے سلسلہ میں رنگ و نسل اور مذہب
ملت کے امتیاز و تفرقوں نے صوفی سنتوں اور امن و محبت کے پیامبروں کو یہ
سوچنے پر مجبور کر دیا کہ جو قوم ہم پر تسلط رکھتی ہے اور اپنی فطری چال بازیوں
سے ہم میں نفرتیں اور دوریاں پیدا کر کے ہمیں الجھائے رکھنا اور خود کو
قابض و حکمراں بنائے رکھنا چاہتی ہے اس کے اس کاری ضرب کے زہریلے اثر
کو کس طرح ختم کیا جائے تاکہ ملک میں آباد ہر رنگ و نسل کے لوگ بلا امتیاز نیک

زباں پکار اٹھیں کہ "آزادی کی زندگی سے غلامی کی موت بہتر ہے ۔۔۔ ظاہر ہے "سفید فتنوں" کے ذریعہ پھیلائے جانے والے زہر کو پوری قوم کی رگوں سے نچوڑ کر اس میں یگانگت کی جذبہ آزادی اور بھائی چارے کی اسپرٹ دوڑانا ایک طویل مدتی اور صبر آزما عمل تھا اور اس کے لئے جذبے سے زیادہ ہوش، دانشمندی و دوربینی کی ضرورت تھی ۔۔۔ لیکن ہمارے اجداد کی تاریخ بتاتی ہے کہ انھیں ایسے پودے لگانے کی عادت تھی جن کے پھل ان کی آئندہ نسلوں کے حصے میں آتے۔ چنانچہ پورے ملک کو ایک زبان اور ایک خیال اور ایک جہت کرنے کے لئے مفکرین نے اپنے اپنے انداز میں سوچا، لائحہ عمل مرتب کیا اور جذبہ آزادی کے دیپک جلاتے، حب الوطنی کے پودے لگائے۔ جن پودوں کی آبیاری کا کام بہر حال پوری قوم کے حساس ترین اور جذبۂ خدمت سے سرشار سرفروشوں کے ذمہ آئے ۔۔۔ ساتھ ساتھ ہی اس ضرورت کو بھی مدنظر رکھا گیا کہ مذہب کے نام پر پیدا ہونے والے تفرقوں کو دور کرنے کے لئے ایک ایسا پیغام دیا جائے جو ہندوستانی قوم کو آہستہ آہستہ ایک دھاگے میں پرو دے ۔۔۔ اس اہم ترین ضرورت کو ہمارے ملک کے صوفی سنتوں نے اپنے آدرشوں اور پیغامات کے ذریعہ پورا کیا ۔۔۔ ایسے میں اودھ کے بارہ بنکی شہر کے مضافاتی قصبہ سے ایک آواز بلند ہوئی کہ "محبت کرو"

"محبّت کرو"

سرکار عالم پناہ حضرت وارث علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ کا یہ پیغام دراصل پوری ہندوستانی قوم کے حال اور مستقبل میں امن و اماں اور خود اعتمادی و خوشحالی کے اجالے پھیلانے والا ٹھوس دستور العمل تھا جسے پورے ملک کے اہل فکر و منظر نے محسوس کیا اور اس تصوّر کو الفاظ و کلمات کے نت نئے لبادے اوڑھا کر لوگوں کے سامنے پیش کیا اور اسے بجا طور پر ایک جامع نظریہ کے طور پر قبولیت حاصل ہوئی ___ اور آج بھی حاصل ہے اور ہمارے ارباب حل و عقد.. بخوبی جانتے ہیں کہ اس ملک کو متحد، اٹوٹ، اکھنڈ بنائے رکھنے کیلئے صرف ایک "ازم" کامیاب ہو سکتا ہے اور وہ ہے "محبت ازم" جو نفرت کی سراسر نفی، اور رنگ و نسل پرستی کے سراسر خلاف ہے ___ انسان کو بہ حیثیت انسان ایک دوسرے سے پیار کرنے اور محبت و یگانگت کی اعلیٰ قدروں کو اپنانے کا درس دیتا ہوا یہ پیغام اپنے پس منظر میں لاانتہا معنویت و افادیت کا حامل ہے ___

Scanned with CamScanner

امام الاولیاء وارث علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ کا سلسلۂ نسب اس عالی خانوادہ سے ہے جسے اللہ نے اپنی راہ میں قربان ہونے کے لیئے بنایا تھا ــــ وہ جن کے لیئے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں علم کا شہر ہوں اور حضرت علی رضی اللہ عنہ اس کا دروازہ ہیں ــــ صدیوں پہلے حضرت ابراہیم خلیل اللہ نے جو خواب دیکھا تھا اس کی حقیقی تصویر دنیا کے سامنے پیش کرنے والے آلِ رسول سے سلسلۂ نسبی رکھنے والے سرکار حضرت وارث علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ کی زندگی قربانیوں سے عبارت تھی۔ ہر طرح کے مادی مفاد کو نظر انداز کر کے محبوبِ حقیقی سے عشق کی تکمیل و ترغیب آپ کا نصب العین رہا ــــ آپ نے سیدھی سادی مگر بالکل تکلف سے پاک مگر تاثیر سے بھری ہوئی تبلیغ کے ذریعہ خلق اللہ کو ارادت کے سائبان تلے اکٹھا کیا اور فقر و سلوک کی بے مثال اقدار سے مالا مال کر کے دنیا سے بے نیازی کا ہنر اور خالقِ حقیقی تک پہونچنے کے راستے دکھائے ــــ وہ راستے جو بظاہر تو بہت آسان اور سہل نظر آتے ہیں لیکن ان پر دو چار گام چل کر اندازہ ہوتا ہے کہ انسانی فطرت نفس کشی اور اپنی ذات کو فنا کر دینے کے عمل میں کتنی دشواری محسوس کرتی ہے، اور اپنی ذات کو مادی فائدوں اور دنیا کی رنگینیوں سے جدا کرنے میں انسان کیسی صعوبتیں محسوس کرتا ہے۔ مشاہدات بتاتے ہیں کہ بات بات میں صبر کی تبلیغ کرنے والوں پر جب مصائب کا نزول ہوتا ہے تو وہ خود صبر کا دامن چھوڑتے نظر آتے ہیں ــ نفس پر کنٹرول، خواہشات پر غلبہ، قناعت اور توکل، آرزوؤں پر خاک اندازی ہر کس و ناکس کے بس کی ...

Scanned with CamScanner

نہیں ــــ نفس کو اللہ کی رضا کا پابند، محبوب کے چلانے کی طرح چاہنے، محبوب کے حکم کے مطابق کرنے، محبوب کی رضا کے سانچے میں زندگی کے لمحات کو ڈھالنے میں اندرونِ ذات توڑ پھوڑ کا ایسا شدید عمل رونما ہوتا ہے کہ کم زور اور کم ظرف انسان ہمت توڑ دیتا ہے ــــ آج کی دنیا کے مادی طور پر ترقی یافتہ لوگ مفلسوں کے بارے میں یہ فکر رکھتے ہیں کہ ان میں کچھ کرنے کی صلاحیت اور جذبہ نہیں ــ ہمارا نظریہ ہے کہ مفلس اگر اپنے افلاس پر قانع ہے تو وہ اس سرمایہ دار سے کہیں بالاتر ہے جس نے ہر اچھے اور برے راستے کو بلا امتیاز صرف اس لئے اختیار کیا کہ اس کا شمار سرمایہ داروں میں ہو ــــ لہٰذا وہ سرمایہ جوڑنے میں کامیاب ہو گیا۔ لیکن اس محاذ پر ناکام رہا جہاں بحالتِ مفلسی صبر و غنا کا دامن پکڑے ایک مفلس خوش و خرم اور فاتح نظر آتا ہے۔ کیوں کہ اس کے اندر افلاس کو جھیلتے رہنے کی ہمت ہے اور یہ ہمت اس اندازِ فکر سے کہیں بہتر اور قابلِ قدر ہے جس اندازِ فکر میں لوگ، خود کو غلط راہوں کا راہی بنا لیتے ہیں اور خود کو باہمت اور باحوصلہ گردانتے ہیں...

قناعت اور صبر، عدمِ عمل کا نام نہیں ہے اور نہ ہی ہماری گفتگو کا مطلب یہ ہے کہ معبودِ حقیقی سے محبت کرنے والا عوامل اور عوارض سے لاپرواہ ہو جائے ہاں ہماری گفتگو کا ماحصل یہ ضرور ہے کہ معبودِ حقیقی کی مرضی اور اس کے قانون کو مدِ نظر رکھتے ہوئے، صحیح اور غلط، حرام اور حلال، درست و نادرست کے ادراک اور خدائے معبود کی برتری کے ساتھ کی جانے والی ساری کوششیں جاری رکھتے ہوئے

صبر و رضا کا لبادہ زیبِ حیات کئے رہے خواہ افلاس اس کا مقدر ہو یا سرمایہ داری
یعنی رضائے محبوب کے منافی عمل سے حاصل شدہ سرمایہ داری سے وہ
افلاس اور ناداری ابدرجہا بہتر ہے جس میں روح گھائل نہ ہو اور ضمیر گناہوں
کی پھانس کی کسک سے بے نیاز ہو۔ چنانچہ حضرت وارث علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ
نے فرمایا ___ "عشق میں ترک ہی ترک ہے"

"عشق میں ترک ہی ترک ہے"

اگر انسان کی روح صبر و رضا کے زمزم میں نہائی ہو اور قناعت
کی خوشبو سے معطر رہے تو ترک اس کے لئے "حصول" جیسا ہے۔ یہ ترک
"برائے حصول" نہ ہو کر محض رضائے محبوب کی پاکیزہ مقصدیت کو پالے تو
راہِ سلوک پر چلنے والا اپنے قدم میں استقلال پاتا ہے۔ راہِ سلوک کے تیز
گاموں نے کبھی لوٹ اور غرض کو نہیں بلکہ ہمیشہ رضائے محبوب کو مدِ نظر رکھا
اور رضا و تسلیم کو اس کی حقیقی معنویت کے ساتھ اپنایا ___ اور ___
جب رضا و تسلیم کا وجدان ہو تو مادیت کے فقدان میں کوئی تردد باقی نہیں

رہتا۔ اور ترک کے عمل میں نہ پہلے کوئی تکلف ہوتا ہے اور نہ ترک کے بعد
عام زندگانی میں ہم دیکھتے ہیں کہ معمولی سے معمولی شئے ترک سے پہلے فکر دامن
گیر ہوتی ہے اور ترک کے بعد بھی۔ حضرت وارث علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ نے
فرمایا کہ عاشق کا منصب یہ ہے کہ معشوق کے آگے سر تسلیم خم رہے۔
جیسے غسل دینے والے کے ہاتھ میں مردہ بے اختیار رہتا ہے۔ گویا ترک کا
عمل بے اختیاری میں ہونا چاہیئے۔ گویا وہی وجدان اور حصول کا عمل
ہو اور فطرت ثانیہ بن جائے۔ چنانچہ ایک دولت مند اور صاحب جائیداد
گھرانے کا چشم و چراغ ہونے کے باوجود حضرت وارث علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ
نے مادیت کی شدت سے نفی کی اور ترک کی مثال قائم کرتے ہوئے
املاک و جائیداد خیرات کردی۔ اعزا و اقربا میں بانٹ دیا اور "مال"
کے فتنہ سے خود کو دور کر لیا اور اوائل عمری میں ہی اسباب زندگی سے
آپ کی بے اعتنائی اور مزاج کا استغنا لوگوں کو حیرت زدہ کر دیتا تھا۔

راہِ سلوک کا راہی کسی چیز کو اپنی ملکیت نہیں سمجھتا اور جو کسی شئے کو
اپنی ملکیت نہ سمجھے اس کے لئے اس کا ترک کسی تردد کا سبب نہیں بن سکتا۔
لہٰذا ترک، ایثار، اور قربانی عشاق کا شیوہ رہا ہے اور اپنی محبوب
ترین شے کو قربان کرتے آئے ہیں۔

اگر کسی کو کسی شے کی اشد ضرورت ہو جس کے بغیر زندگی کی بقا
ایک مسئلہ بن جائے اور اسے کہیں سے وہ شے حاصل ہو جائے ۔ لیکن جو

وہ اپنی ضرورت کی تکمیل کے لئے پہلا نوالہ اٹھائے کوئی بھوکا صدا لگا دے اور محبوب کے نام کے حوالے سے کھانے کا سوال کرے ـــــ وہ منہ کو جاتا ہوا نوالہ واپس کر کے سائل کے حوالے کر دے کہ سائل نے اس کے محبوب کے حوالے سے اس کی اس مرحلہ کی محبوب ترین چیز کا سوال کیا ہے ـــــ یہ ترک کا نقطۂ عروج ہے۔

قرآن کا واضح فرمان ہے ـــــ

لَن تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوا مِمَّا تُحِبُّونَ

"بھلائی کا حصول ممکن نہیں جب تک اپنی پسندیدہ چیز خرچ نہ کرو۔"

عشق میں ترک ہی ترک ہے ـــــ

محبوب ترین اشیاء کی اقسام الگ الگ ہیں۔ کوئی زر و جواہر عزیز رکھتا ہے، کوئی اولاد، کوئی جاہ و حشم، کوئی جان و زندگی، کوئی راحت و سکون۔ یعنی ہر ایک کی پسندیدگی کا معیار جداگانہ ہے ـــــ سابق محققین و مفسرین کے نزدیک بھی محبوبیت کی الگ الگ اقسام بتائی گئی ہیں ـــــ اس سلسلہ میں حضرت حاجی وارث علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ سے دریافت کیا گیا تو آپ نے فرمایا مِمَّا تُحِبُّونَ سے انسان کی عافیت مراد ہے جو دائمی ہے اور کسی وقت ناپسند نہیں ہے ـــــ

مال و زر عافیت اور سکون کے لئے ایک مادی ضرورت اور سبب ہے اسے ضرورت مندوں میں تقسیم کرنا بہر حال ایک جذبۂ خیر ہے ایک مجازی ایثار

ہے لیکن اگر اتنا مال و زر بھی میسر نہیں جو زندگانی کی بقا اور عافیت کے لیے لازمی ہو اور پھر ترک و ایثار کا سوال پیدا ہو تو جذبۂ ایثار کا امتحان ہوتا ہے۔ اس جذبۂ ایثار کی داغ بیل حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے ڈالی اور خود کی عافیت کو قربان کر کے بھوکے سائل کی بھوک مٹانے کا دہ ساماں اسے عطا کر دیا۔ جو خود ان کی بھوک مٹا سکتا تھا ــــ یہ وہ حقیقی جذبۂ ترک ہے عشق جس کا متقاضی ہے ــــ اور یہیں سے حضرت وارث علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ کے اس قول کو تشریح و تائید ملتی ہے کہ زندگی بعض اوقات آدمی کے لئے اتنی محبوب نہیں رہتی، اولاد سے بھی بعض اوقات محبت ختم ہو جاتی ہے یا بہت کم ہو جاتی ہے ــــ لیکن آدمی اپنی عافیت کا ہر حال خواہاں ہوتا ہے اور وہ عافیت مختلف اوقات و مراحل میں مختلف انداز و عوامل کی صورت میں رونما ہوتی ہے جو بہر حال ہر کسی کو عزیز ہوتی ہے اور اس عزیز ترین شے کی قربانی عاشقوں کا شیوہ رہی ہے جو صبر و استقلال کے ساتھ اپنی راحت و عافیت نثار کر کے طلب محبوب میں مصروف ہوتا ہے کمالِ عشق کی بحث چھڑتی ہے تو کوئی کہتا ہے کہ اگر معشوق عاشق کو بلا میں گرفتار کرے تو عاشق کو چاہیے کہ استقلال کے ساتھ جان دے دے ــ کوئی کہے گا کہ عاشق جفائے معشوق کا اثر محسوس نہ کرے کوئی فرمائے گا کہ "اگر معشوق عاشق کے ٹکڑے کر دے تو بھی حرفِ شکایت زبان پر نہ لائے اور عشق سے منہ نہ پھیرے ــــ

حضرت رابعہ بصری کا یہ قول بھی سامنے آئیگا کہ "عاشق تو وہ ہے جو اپنی ہستی

سے گزر جائے مردہ ہو جائے خود کو زندہ میں شمار نہ کرے۔ عاشق کی ابتدا
میں "عین" ہے اور شرع کے آخر میں "عین" ہے۔ یہ اشارہ ہے اس بات کی
طرف کہ جو کوئی شرع شریف کے درجات کو آخر تک طے نہ کرے وہ عشق میں
کمال حاصل نہیں کر سکتا۔ کمالِ عشق یہ ہے کہ عاشق سے معشوق ہو جائے
عاشق وہی ہے جو ذاتِ معشوق میں محو ہو جائے ــــــ اس موقع پر
حضرت وارث علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ کا یہ قول نظر آئے گا کہ "عاشق جب سب
کو چھوڑتا ہے تو یار سے ملتا ہے۔" عاشق جب سر دیتا ہے تب ہم سر
ہوتی ہے یعنی عشق ہستی سے نیستی کی تیاری کا عمل ہے جس میں کامران
ہونے والوں کا وجود ذاتِ معشوق میں محو ہو جاتا ہے اور پھر اس کا وجود اس شعر کی
تشریح بن جاتا ہے

تو ذرے ذرے میں موجود ہے مگر میں بھی
کہیں کہیں ہوں کہاں ہوں کہیں نہیں ہوں میں

ـــــــ راحت اندوری

پروردگار نے اپنے بندوں سے واضح طور پر سوال فرمایا ہے ـــــ
"کیسے کفر کرتے ہو؟ تم مردہ تھے تمہیں زندہ کیا پھر تمہیں موت سے ہمکنار کیا
جائے گا پھر زندہ کیے جاؤ گے۔ پھر اسی کی طرف لوٹ کر جاؤ گے۔"
انسان جس وقت زندگی پاتا ہے اور راہِ حیات میں سانسوں کا سفر
شروع کرتا ہے ـــــ تو ـــــ دراصل اس کا یہ سفر موت کی سمت چلتا ہے

Scanned with CamScanner

اس کی عمر جتنی بڑھتی جاتی ہے اور گھٹتی جاتی ہے کیونکہ اس کی آنے والی ہر سانس لاش بن کر رخصت ہو جاتی ہے ــــــ ہر سانس کے ذریعہ قدم قدم موت کی سمت بڑھنے والا انسان اگر حقیقی معنوں میں یہ سوچ لے کہ اُسے موت کی تیاری رکھنی ہے تو محبوب حقیقی سے کسی لمحہ غافل نہیں ہو سکتا چنانچہ حضرت حافظ حاجی وارث علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا "عاشق" وہ ہے جس کی کوئی سانس یادِ مطلوب سے خالی نہ جائے۔ عاشق اگر ایک ساعت بھی یادِ معشوق سے غافل رہتا ہے تو وہ ساعت اس کے لئے بمنزلہ موت کے ہے جب کوئی کسی کا عاشق ہوتا ہے تو اس کی سانس معشوق کی یاد سے خالی نہیں جاتی ــــــ یہاں تک کہ عاشق کو کمال مل جاتا ہے اور وہ خود کو اسی منزل میں پاتا ہے۔

من تو شدم تو من شدی من تن شدم تو جاں شدی
تاکس نہ گوید بعد ازاں من دیگرم تو دیگری!

عاشق جب فنا ہو جاتا ہے تو خود کو کامیاب و کامران پاتا ہے اور مسرت سے جھوم اٹھتا ہے کہ فنا ہی بقا ہے

مل گیا مٹی میں دلِ دیوانہ
ورنہ تیرے نا کام آیا

فرشتوں کو محبت جزوی ملی ہے

کائنات کے نظام میں قدسیوں کا وجود مشین کے چند پرزوں جیسا ہے ان کو جہاں جہاں، جو جو خدمات عطا کی گئی ہیں۔ جو جو ڈیوٹیاں لگائی گئی ہیں اس سے وہ سرمو انحراف نہیں کر سکتے، اور نہ اس کے سوا کوئی اور کام انجام دے سکتے ہیں ـــــ یہاں تک کہ اگر وہ راہ کا پڑا ہوا پتھر اٹھانا یا ہٹانا چاہیں تو ان کے لئے ممکن نہیں ـــ کسی مجبور و لاچار کی مدد کرنا چاہیں تو اختیار میں نہیں کیونکہ انھیں جو ڈیوٹی دی گئی ہے اس سے ایک لمحہ کی غفلت بھی وہ نہیں کر سکتے۔ کیونکہ اس کے سوا اور کچھ کرنے کے وہ مجاز نہیں

جبکہ

انسان کے سلسلہ میں جب حضرت علی رضی اللہ عنہ سے سوال کیا گیا کہ "انسان کتنا مجبور ہے اور کتنا مختار"؟ ـــ آپؓ نے سوال کرنے والے سے کہا کہ ایک پاؤں اٹھاؤ"۔ اس نے اٹھایا ـــ آپ نے کہا

دوسرا پاؤں بھی اٹھاؤ ۔۔۔" وہ گر پڑا ۔۔۔ آپ نے فرمایا انسان اتنا ہی مختار ہے اور اتنا ہی مجبور ہے ۔۔۔" انسان کے سامنے اچھے بُرے راستوں کی نشاندہی کر دی گئی ہے اور اسے اختیار دیا گیا ہے
"شکر کی راہ اختیار کرے یا کفر کی"

دوسری طرف

فرشتوں کو اس کے علاوہ کچھ کرنے کا اختیار نہیں جس کے لئے انھیں متعین و مقرر کیا گیا ہے ۔ جب دو فرشتوں نے انسان بننے کی خواہش کی اور انھیں انسانی ہیئت میں دنیا میں بھیجا گیا ۔ تو ۔۔۔ انجام کار انھیں چاہِ بابل کی قید ملی ۔۔۔ بنانے والے نے بہر حال انسان کو اپنا خلیفہ بنانے کے لئے تخلیق کیا اس کے درونِ ذات ایسے جذبات و احساسات رکھے ایسی فکر اور ایسا شعور رکھا جو صحیح اور غلط میں تمیز کر کے سچائی کے تعین میں معاون ہو ۔۔۔۔ درد مندی کا جذبہ رکھا کہ ۔۔ وہ ۔۔۔ آدم کے بیٹوں پر آنے والی دشواریوں میں ان کی مدد کرے ، راہ میں پڑے ہوئے پتھر ہٹا دے ، بیماروں کی تیمارداری کرے یتیموں کی کفالت کرے ، ٹوٹے ہوئے دلوں کو جوڑے ، بے سہاروں کا سہارا بنے کمزوروں کی پذیرائی کرے ، مظلوموں کی مدد کرے ، مصیبت میں [illegible] کے کام آئے

اور

فرشتوں کو پروردگار نے اپنی حمد و ثنا اور بنی نوع انسان کی حرکات و

وسکنات پر نظر رکھنے کیلئے مقرر فرمایا ـــ حضرت وارث علی شاہ
رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا " فرشتوں کو محبت جزوی ملی ہے " اور
انسان کو محبت کامل عطا کی گئی ہے "

فرشتے ان کے سنگِ آستاں کی بات کرتے ہیں
کہاں رہتے ہیں بیچارے کہاں کی بات کرتے ہیں

عزیز بارہ بنکوی

انسان زندگی کے ابتدائی مراحل میں ماں باپ سے محبت کرتا ہے ،
درد و تکلیف ، بیماری و اذیت کے لمحات میں ماں کی آغوش اور باپ کی
شفقت کے سائے میں اسے محبت ملتی ہے ، ہوش سنبھالنے یا پروان
منزلوں کے تعین تک مختلف مراحل میں مختلف محبتوں سے آشنا ہوتا
ہے ـــ اور ـــ یہ مجازی محبتیں اسے زینہ بہ زینہ حقیقی محبت کا رمز آشنا
بناتی ہیں ـــ

مولانا ئے روم لکھتے ہیں کہ :-

ایک شخص ایک خوبصورت دوشیزہ کے پیچھے لگ گیا ، اور پیچھا کرتا رہا
خاصی دیر ہوئی تو عورت نے پلٹ کر سوال کیا اے شخص تو کیوں میرے
پیچھے آرہا ہے ؟ اس نے کہا میں تجھ پر عاشق ہو گیا ہوں " ـــ دوشیزہ
نے امتحاناً اس سے کہا :- " میرے پیچھے میری بہن آرہی ہے وہ مجھ سے
بھی زیادہ خوبصورت ہے ـــ " ـــ اس ہوس زدہ انسان نے

فوراً پیچھے گھوم کر دیکھا تو خاتون نے اس سے کہا :-

"اے بیوقوف آدمی اگر تو عاشق ہے اور اپنے بیان اور دعوے میں سچا ہے تو دوسری طرف نظر کیوں ڈالی، بے ہنر آدمی کیا ایسے ہی عشق کا دعویٰ ہوتا ہے۔"

عشق کا دعویٰ تو یوں ہوا کرتا ہے کہ بجز نظارہ محبوب آنکھیں کسی اور کو دیکھنے کی روادار نہ ہوں اور دل یہ جذبہ رکھتا ہو کہ اگر یہ آنکھیں کسی اور پر ملتفت ہوں تو بینائی سے محروم ہو جائیں۔

صاحب "مشکواۃ حقانیہ" لکھتے ہیں کہ امام الاولیاؒ نے ایک مرتبہ مولوی سید شرف الدین صاحب کو خطاب کر کے فرمایا "سنا بالسٹر ایک مرتبہ بغداد میں تھا۔ وہاں ایک شخص نے مجھ سے آکر کہا کہ ایک عورت پر جن آتا ہے۔ آپ چل کر اتار دیں"۔ میں نے کہا بھائی مجھے جھاڑ پھونک گنڈا تعویذ کچھ بھی نہیں آتا میں جن کو کیوں کر اتاروں گا اور وہاں جا کر کیا کروں گا مگر اس شخص نے بہت اصرار کیا اور کسی طرح نہ مانا تو میں اس کے ساتھ ہولیا اور اس مکان میں پہونچا جہاں وہ آسیب زدہ عورت تھی دیکھا تو اس وقت جن اس عورت پر مسلط تھا میں نے جن سے پوچھا تم اس عورت پر کیوں آتے ہو۔ اس نے کہا میں اس عورت پر عاشق ہوں"، میں نے کہا "سچے عاشق ہو یا جھوٹے ؟" جن نے کہا "میں اس کا سچا عاشق ہوں"، میں نے کہا جانتے ہو سچے عاشق کی کیا تعریف

کیا تعریف ہے؟ سچا عاشق اس کو کہتے ہیں جو معشوق کی رضا جوئی کرے اور سر مو اس کی مرضی کے خلاف نہ کرے اور تم جس کو اپنی معشوق کہتے اسی کی مرضی کے خلاف کرتے ہو۔ اس کی مرضی اسی میں ہے کہ تم اس پر مسلط نہ ہوا کرو۔ اس سے اس کو تکلیف ہوتی ہے" جن نے کہا "اچھا میں آج سے یہاں نہ آیا کروں گا۔"

ہندو تہذیب و ثقافت کے نمائندگان کی عشق خیزیوں کی جو داستانیں تاریخ کے حوالے سے ہم تک پہونچیں ان میں ایک تلسی داس کی داستان کا وہ باب ہے جب عشق مجازی نے انھیں آگے پرخار راہوں کا راہی بنا دیا۔

تلسی داس نے جب ایک طوفانی رات میں صعوبتوں بھرا سفر کیا اور محبوب بیوی سے ملاقات کا جنون لئے بیوی کے گھر پہونچے جہاں اوپر چڑھنے کا مسئلہ سامنے آیا تو دیوار سے لٹکتے ہوئے ایک سانپ کو رسی سمجھ کر اس کے ذریعہ بیوی کی آرامگاہ تک پہونچے۔ بیوی نے حیرت سے ایک بار موسم کے خطرناک تیور اور طوفانِ باد و باراں کی ستم ظریفیاں دیکھیں اور دوسری طرف تلسی داس کا جذبۂ محبت دیکھا تو بیساختہ بول اٹھیں "اگر اتنی بے تابی سے اتنی دشواریاں آپ نے "ایشور" کو پانے کے لئے اٹھائی ہوتیں تو وہ آپ کو مل گیا ہوتا مورخین لکھتے ہیں کہ یہ جملہ تلسی داس کے دل کو لگا اور دل کی گہرائیوں

میں اتر کر ایک طوفان برپا کر گیا۔ اور ۔۔۔ ان کی زندگی انقلاب آشنا ہو کر اس راہ پر چل پڑی جو "ایشور" تک جاتی ہے اور پھر الغزالی نے ہندو دھرم کو بہت کچھ دیا۔

بہر حال

انسان کا جذبۂ محبت مختلف منازل سے گذرتا ہوا عشق حقیقی کی راہ تک جاتا ہے اور کبھی کبھی معمولی واردات انسان کے اندر حقیقی محبت کے جذبہ کو اتنی تیزی سے پروان چڑھاتی ہیں ۔۔۔ کہ عقلیں حیران اور دانائیاں انگشت بدنداں رہ جاتی ہیں۔

پروردگار نے فرشتوں کے اندر محبت کا جتنا جذبہ رکھا ہے وہ پابند حدود حصار ہے ۔۔۔ جبکہ انسان میں یہ جذبہ یا واردات قلبی وہاں تک بھی پہونچا دیتا ہے کہ عاشق کی زبان سے خود کو معشوق ہو جانے کا اعلان سرزد ہوتا ہے اور حد سے تجاوز پر سزایاب کئے جانے کے بعد بھی بیتابی خاموش نہیں رہنے دیتی اور جسم سے بہنے والے لہو کا ایک ایک قطرہ خود کو معشوق ہو جانے کا نعرہ لگاتا رہتا ہے

مذہب عشق میں
کفر و اسلام سے غرض نہیں، جو کچھ ہے معشوق ہے

بعض نمازی نماز پڑھ کر، بعض روزہ دار روزہ رکھ کر دوسروں کو غرورِ تقویٰ کی عینک لگا کر دیکھتے ہیں اور طنز و رموز کے کنکر چلا چلا کر ان کے دلوں کو مارتے ہیں — وہ سمجھتے ہیں کہ بس انھوں نے رضائے الٰہی حاصل کر لی جنت پر ان کا قبضہ لازمی ہو گیا، دوزخ ان پر حرام قرار دے دی گئی —— اور اس بے جا نشۂ تقویٰ میں چور ہو کر وہ دوسروں کو خود سے حقیر اور کمتر سمجھنے لگتے ہیں — جبکہ — یہ بات بخوبی انھیں سمجھ لینی چاہیے کہ انھوں نے نماز کی ادائیگی کر کے فرض کی ادائیگی کی ہے اور ایک فرض کی ادائیگی سکون کا باعث تو ہو سکتی ہے غرور کا باعث نہیں ہو سکتی پھر دیگر بندگانِ خدا کو کمتر تصور کر کے انھیں حقارت سے دیکھنے کا کیا جواز ہے۔ جبکہ دوسری جانب اس قسم کے لوگ بیشتر حقوق العباد کی ادائیگی سے

کورے ہوتے ہیں، والدین کی خدمت نہیں کرتے، پڑوسیوں کے حقوق نہیں پہچانتے، ان کی غمخواریاں ضروری نہیں سمجھتے، بڑوں کی تعظیم اور چھوٹوں پر شفقت نہیں کرتے۔ لوگوں کی عیب جوئی تو کرتے ہیں چارہ جوئی نہیں کرتے۔ روحانی امراض کے تذکرے تو کرتے ہیں ان کے معالجہ کی صائب فکر نہیں کرتے۔ کفر وگمراہی کے اندھیروں کو منظر تصور کرتے ہیں لیکن ایمان کے اجالے پھیلانے کی سعی نہیں کرتے۔ تبلیغ کرتے بھی ہیں تو صرف اپنوں میں کفر کو دور تو کرنا چاہتے ہیں لیکن اس سے آنکھیں ملانا نہیں چاہتے۔ دین کے راستے سے دور دور چلنے والوں کو قریب سے سمجھانے اور اسلام کی اصلی اخلاقی اقدار کے جلوے ان پہ ہویدا کرنے کی کوشش نہیں فرماتے

اسلامیات کے مطالعہ سے جو بات واضح طور پر عالمیان کو اپنی طرف راغب کرتی ہے وہ ہے اسلام کا نظام اخلاق اور حقوق العباد نماز نہ پڑھنے والا، روزہ نہ رکھنے والا، زکوٰۃ نہ دینے والا مجرم اور گناہگار ہے اور اس کے لئے سخت سزائیں اور عذاب خداوندی کا انتباہ ہے تاہم پروردگار کی رحمت بےکراں جوش میں آئے تو اسے معافی بھی مل سکتی ہے لیکن وہ لوگ حقوق العباد کی ادائیگی سے محروم رہے اور بندگان خدا کے حقوق غصب کئے وہ بندگان خدا کے مجرم ہیں اور ان کو اس وقت تک معافی نہیں مل سکتی جبتک صاحب معاملہ معاف نہ کرے۔ لہٰذا اس شخص کے لئے غرور کیسا جو حقوق اللہ کی ادائیگی تو کرتا ہے حقوق العباد کو قابل توجہ نہیں

Scanned with CamScanner

سمجھتا۔ یا سمجھتے ہوئے اہمیت نہیں دیتا۔

فخر موجودات آقائے نامدار، رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم (ان پہ میرے ماں باپ، میری آل اولاد، میرا مال و منال، میری عافیت میری زندگانی سب قربان) نے فرمایا:

وہ ہم میں سے نہیں جو خود آسودہ سوئے اور اسکا پڑوسی بھوکا ہو

(یا۔ جیسا آقا نے فرمایا)

عامۃ المسلمین کے لئے عام طور پہ اور خاصۃ المسلمین کے لئے خاص طور پہ یہ فرمان ایک اہم دعوتِ فکر اور اشارۂ احتساب ہے۔ اس میں کہیں یہ شرط نہیں کہ پڑوسی مسلمان ہو تو اس کی خبر گیری کی جائے اور غیر مسلم ہو تو نہ کی جائے اور اسے بھوکا ہی سونے دیا جائے۔

خود ہمارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم نے۔ اسلام کی "تاثیر خیزیوں" کے خوف سے ہجرت کرنے والی "کافرہ خاتون کی گٹھری لاد کر اسے منزل مقصود تک پہونچایا۔ اپنے اوپر کوڑا پھینکنے والی خاتون کی عیادت کی، دشمنوں کی ضیافت کی، لہولہان کرنے والوں کو دعائیں دیں، گالیاں کھا کر بدلے میں شیریں کلمات سے نوازا۔ اور۔ عدیم المثال اخلاقی اقدار کے ذریعہ آہنی زنجیر باطل توڑ کر خاک کے ٹوٹے ہوئے دلوں کو جوڑا اور اپنے غلاموں کے لئے، ہر انسان کے تئیں بلا قید مذہب و ملت، غمخواری و ہمدردی کی عملی ہدایت کی۔

Scanned with CamScanner

سرکار عالم پناہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا

"مذہب عشق میں کفر و اسلام سے غرض نہیں جو کچھ ہے معشوق ہے" ـــــ اگر معشوق یہ چاہتا ہے کہ اس کے بندوں کی غمخواری کی جائے (اس سے قطع نظر کہ وہ گمراہوں میں ہوں یا شکر کرنے والوں میں) ـــــ تو عاشق کی جنوں خیزیاں معشوق کے حکم کے مطابق ہی راہ عمل کا تعین کریں گی ـــ کیوں کہ ـــ "عاشق کو لازم ہے کہ معشوق کا فرماں بردار رہے" ـــــ "اس کا ایمان رضائے یار ہے اور عاشق کا منصب یہ ہے کہ احکام معشوق کے سامنے سر تسلیم خم رہے اور پھر " عاشق ہر چیز میں معشوق ہی کا جلوہ دیکھتا ہے "

چھپ کے جائیگا کہاں جلوۂ جاناں مجھ سے
ہے مری سرحد ادراک میں بت خانہ بھی

جمالِ یار جہاں چاہے کھینچ لے جائے
نگاہِ شوق نشیب و فراز کیا جانے

ـــــــ عزیز بارہ بنکوی

داعیانِ وحدت، پرچم اسلام کے علمبردار ہمارے اسلاف و اخلاف اگر سرزمین ہند کو بت خانوں کا ملک سمجھ کر اس سے کترا کترا کر نکل گئے ہوتے تو آج ہم اسلام کی روشنیوں میں نہائے ہوئے نہ ہوتے ـــ بہر حال کسی بھی مکتب فکر کے فرد یا افراد کو اسی وقت اپنی تعلیمات سے آشنا کرایا جا

سکتا ہے جب ان سے نفرت نہ کی جائے۔ ان کے قریب جایا جائے یا انھیں قریب لایا جائے ۔۔۔ اگر انھیں غلط راہوں کا راہی سمجھ کر ان سے دوری اختیار کی گئی ہوتی تو آج چہار دانگ عالم میں اسلام کی جلوہ آرائیاں نظر نہ آتیں۔ اس کو اس طرح سمجھ لینا چاہیئے کہ رات کو اندھیرا اس لئے رہتا ہے کہ سورج نہیں نکلتا ۔ ایسا بالکل نہیں ہے کہ سورج نکلتا ہو اور اندھیرے کی وجہ سے دکھائی نہ دیتا ہو۔ بلکہ اندھیرا اسی وقت تک رہتا ہے جبتک سورج اپنی روشنی نہیں بکھیرتا ۔ اجالا آتا ہے تو اندھیرے کو رخصت ہونا ہی پڑتا ہے، سورج اگر اندھیرے سے آنکھیں نہ ملائے تو اندھیرا برقرار رہتا ہے ۔

سرکار عالم پناہؒ نے صرف مسلموں میں محبت کے اجالے نہیں پھیلائے بلکہ ان کے مریدین میں غیر مسلموں کی کافی تعداد تھی وہ ہندوؤں کو بیعت فرماتے وقت نصیحت فرماتے تھے "

"بم بم جپا کرو، پتھر نہ پوجو، جھٹکا نہ کھاؤ"

اس سلسلہ میں خواجہ حسن نظامی صاحب آپ کے حالات لکھتے ہوئے یوں رقمطراز ہیں :-

" اگلے زمانہ میں مسلمان فقیروں کے ساتھ ہندوؤں کو بڑی عقیدت تھی اور ہندو مسلمان فقراء کو اپنے درویشوں سے زیادہ ادب کی نگاہ سے دیکھتے تھے مگر حاجی صاحب کے زمانہ میں ہندوؤں کا عقیدہ کم ہو گیا تھا اور ایسا کوئی فقیر ہندوستان کے مسلمانوں میں نہ تھا جس پر عالم گرویدگی

ہندوؤں کی ہو ــــ حاجی صاحبؒ نے اپنے برتاؤ اور باطنی اثر سے اس کمی کو پورا کر دیا اور تمام ملک کے ہندوؤں کی رجوعات حاجی صاحب کی طرف ہو گئی۔ ہزاروں ہندو آپ کے مرید ہوئے بعض نے مسلمان ہو کر اسلام حاصل کیا اور بعض نے اپنے دھرم کو نہ چھوڑا مگر وارثی وردی پہن لی حاجی صاحبؒ نے عرس بھی قمری حساب کو چھوڑ کر شمسی طریق سے مقرر کیا تھا کا تک کے مہینہ میں ان کے ہاں عرس ہوتا تھا جس کی وجہ غالباً یہی ہو گی کہ ہندو عقیدتمندوں کو آسانی ہو عرس میں اس قدر عظیم الشان مجمع ہوتا تھا اور ایسے مختلف الحال اور مختلف العقائد لوگ جمع ہوتے تھے کہ تعجب آتا تھا ہزاروں ہندو عورت مرد یا وارث کا نعرہ لگاتے دیوانہ وار دیوا کی گلیوں میں پھرتے تھے ــــ"

ہم نے اکثر ہندوؤں کو دیکھا ہے کہ وہ حاجی صاحب کی مریدی کے سبب اسلام اور طریق اسلام کے شیدائی بن گئے اور بعض در پردہ مسلمان تھے بعض درود شریف اور آیات قرآنی کو نہایت ذوق و شوق سے پڑھتے اور مزے لیتے تھے ــــ"

محبت ہی کے سبب
انسان اشرف المخلوقات ہے

لوگ اگر خود اڑ نہیں پاتے تو تتلیوں کے پر نوچتے ہیں۔ ہواؤں کو قید کرنے کی کوشش کرتے ہیں، سورج کی کرنوں کو مقید کرنا چاہتے ہیں، خوشیوں کو سمیٹ لینا چاہتے ہیں، مسرتوں کی ذخیرہ اندوزی کے خواہاں رہتے ہیں، بادبہاراں کو صرف اپنا حصہ بنانا چاہتے ہیں، چاہتے ہیں کہ جو محرومیاں ہمارے لئے ہیں وہ پوری دنیا کا حصہ بن جائیں اور جو دستیابیاں ہمیں میسر نہیں وہ کسی کے حصہ میں نہ آئیں اور ایسی فکر رکھنے والے اپنی زندگی کے لمحات ضائع کرنے کے سوا کچھ نہیں کرتے وہ دوسروں سے دوسروں کی عیب جوئیاں کر کے ان میں دراڑ پیدا کرنے کی کوشش میں لگے رہتے ہیں نفرتوں کی تبلیغ کو شیوہ بناتے ہیں ـــــ ہم سوچتے ہیں کہ اس دنیا میں انسان کو پوری طرح محبت کرنے کا کبھی موقع دستیاب نہیں اور وہ باہم

منافرت کے مواقع ڈھونڈھتا پھرتا ہے اور پیدا کرتا ہے ـــــ لیکن ایسا کرنے والے خواہ انفرادی طور پر ایسا کرتے ہوں یا اجتماعی طور پر کسی بھی مذہب و مسلک سے ان کا تعلق ہو ـــــ انھیں ہر مذہب و ملت کے لوگ برا تصور کرتے ہیں ان کی حرکتوں سے نفرت کرتے ہیں اور ان سے دور رہنا چاہتے ہیں ـــــ کیوں کہ خالقِ کائنات نے انسان کے اندر فطری طور پر پسندیدگی و ناپسندیدگی کا ایسا معیار رکھا ہے جس پر ماحول اثر انداز تو ہوتا ہے لیکن بالکلیہ اسے بدل نہیں پاتا ـــــ مثال کے طور پر ایک چور چوری کرتا ہے اور چوری کو بطور پیشہ اختیار کرتا ہے لیکن اس کا ضمیر خود اسے ملامت کرتا ہے اور اپنے کام کو بہتر نہیں مانتا ـــــ قاتل کسی بھی مذہب کا ماننے والا ہو جانتا ہے کہ وہ قتل کر کے انسانیت کے منافی حرکت کر رہا ہے ـــــ جھوٹ بولنے والا جھوٹ بولتا ہے لیکن جھوٹ کو اچھا نہ خود سمجھتا ہے نہ اس کے متعلقین خواہ وہ کسی مذہب کے ہوں ـــــ جھگڑا کرنے والا بات بات پر جھگڑا کرتا ہے اور جھگڑا پھیلاتا ہے، لیکن خود بھی جانتا ہے کہ وہ غلط کر رہا ہے ـــــ قرآن، گیتا اور بائبل پر ہاتھ رکھ کر جھوٹی گواہیاں دینے والا جانتا ہے کہ وہ غلطی پر ہے ـــــ

جیسا کہ ہم نے ابتدائی صفحات میں اشارے دیئے کہ اس کائنات کی انجمن آرائی پروردگار نے صرف اور صرف محبت کے لئے کی ہے ـــ آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وسلم کو دنیا میں مبعوث کر کے دنیا کو محبت کا

ارتقار سے آشنا کرنے کے لئے اس دنیا کو وجود بخشا گیا ہے اور آدمی کو اشرف المخلوقات قرار دیا گیا ہے ـــــ

سرکار عالم پناہ نے فرمایا "محبت میں رقابت ضرور ہوتی ہے" یہ بات ہمیں دنیا کی تاریخ کے مطالعہ سے واضح طور پر معلوم ہوتی ہے کہ محبت کو روز اول سے رقابت کا سامنا رہا ہے اور محبت نے آج تک اپنی برتری قائم رکھی ہے ۔ انسان خواہ کتنا ہی سنگدل ہو اس کے نہاں خانۂ ذات میں کہیں نہ کہیں بنی نوع انسان کی محبت کا جذبہ کارفرما رہتا ہے اور وہ حسب توفیق ظہور پذیر ہوتا ہے کیونکہ یہی جذبہ اور احساس انسان کی اشرفیت کا سبب ہے ۔ اس لئے آدمی میں اگر انسانیت ہے تو اس میں دل کا گداز نرمی اور محبت کا وجدان لازمی ہے ۔

حیوانات میں بہت ساری حسیں ہوتی ہیں ، انھیں آدمی کی طرح بھوک لگتی ہے ، پیاس لگتی ہے ، بھوک کو مٹانے کے ذرائع کا ادراک ہوتا ہے دوست دشمن کی پہچان ہوتی ہے ـــــ اپنا خاندان بنانے کا شعور ہوتا ہے گھونسلے بنانے کا سلیقہ ہوتا ہے ٹھکانے منتخب کرنے کا ڈھنگ ہوتا ہے لیکن وہ محبت کی ان وارداتوں اور نطق و بیان سے محروم ہوتے ہیں جو صرف انسان کے حصہ میں رکھی گئی ہیں ـــــ انسان محبت میں خود کو فنا کرنے کا جذبہ رکھتا ہے ، اپنے خالق سے محبت اور خالق کے محبوب سے محبت ہی ادنیٰ لوگوں کو اعلیٰ بنا سکتی ہے ـــــ

اسلام نے اپنے پرستاروں کی تعلیم کا انحصار و اساس محبت پر ہی رکھا ہے اور ــــ اسلام قبول کرنے والا وحدانیت کا اقرار کرنے والا کلمہ کے توحید کے ذریعہ سے غیر اللہ کی نفی کرتا ہے پھر اللہ کی وحدانیت کا اقرار کرتا ہے ــــ اس اقرار کے ساتھ ہی اسے محبوبِ حقیقی سے محبت کی ترغیب ملتی ہے یعنی اب اسے غیر اللہ کی محبت اپنے دل سے کھرچ کھرچ کر نکال دیتا ہے اور صرف ایک ہی ذات وحدہٗ لاشریک کی محبت کو رگ و ریشہ میں بسا لیتا ہے ۔ پھر اسے لازم آتا ہے کہ اگر وہ اللہ سے محبت کرتا ہے تو آقا و مولا علیہ التحیۃ والتسلیم فداہ امی وابی کی اتباع کرے پھر اللہ اس سے محبت کرے گا ــــ

سرکار عالم پناہ حضرت وارث علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ نے محبت کی عام ہدایت فرمائی ، اور کہا کہ "محبت کرو" کیوں کہ اس عمل کے مفادات اور خوبیاں لامتناہی ہیں ۔ باوجودیکہ اسے برتنے میں انتہائی درجہ کی نفس کشی کی اور ایثار کی ضرورت ہے ۔ آپ نے فرمایا محبت ہمارا آئین و مذہب ہے ، بام حقیقت کا زینہ محبت ہے ۔ فرمایا بغیر محبت کے ذکر سے کچھ نہیں ہوتا ــــ کبھی فرمایا کہ ایسی ذکر سے فائدہ ہوتا ہے جو بے غرض ہوتا ہے اور یقینی طور پر ذکر بے غرض اسی صورت میں ہوگا جب صرف جذبۂ محبت کارفرما ہو ــــ اور محبوب کے تصور میں ڈوب کر زبان ذاکر ہو اور رفتہ رفتہ دل ذاکر ہو جائے یہاں تک خون کا ایک ایک قطرہ ذکر کرنے لگے اور یہ جبھی ممکن

ہوگا جب محبت صادق نہاں خانۂ دل میں کارفرما ہو ـــــ اور یہی بامِ حقیقت زینہ ہے ـــــ

محبت کی بیش بہا دولت سے مالا مال افراد یقینی طور پر اخلاقی اقدار کے آئینہ دار ہوتے ہیں۔ ان کی گفتگو شیریں، حرکات و سکنات نورانی، معاملات صاف شفاف، کردار قابلِ قدر اور اعمال قابلِ تقلید ہوا کرتے ہیں۔ ان کی عبادت و ریاضت میں خشوع و خضوع، ان کی بندگی میں خلوص اور برتاؤ میں خاکساری و انکساری پائی جاتی ہے۔ وہ جب محبوب حقیقی کے سامنے دست بستہ کھڑے ہوتے ہیں تو ایک مجرم کی طرح پشیمان، جب رکوع کرتے ہیں تو ان کی روح اور اس کے اندر موجود عقیدتوں کی ساری۔ کیفیات محبوبِ حقیقی کے روبرو جھکتی ہیں اور جب ان کی پیشانیاں سجدہ آشنا ہوتی ہیں تو وہ چشمِ تصوّر میں وجود سے عدم وجود کے احساس اور بندگی اور غلامی کی ساری کیفیات کے ساتھ ایک حقیر کیڑے کی طرح رینگتے نظر آتے ہیں۔ انھیں اپنا محبوب سامنے نظر آتا ہے ـــــ اور دونوں ایک دوسرے کو دیکھتے ہیں ـــــ

جو محبت میں برباد ہوا
وہ حقیقت میں آباد ہوا

جنگ کے بادل چھٹے تو ہر ایک کو خویش و اقربا کی فکر ہوئی ۔ ایک خاتون پریشاں حال ملنے والوں سے آقا کی خیریت معلوم کرتی منظر آئی ۔۔۔ اور ۔۔۔ ہر ایک سے یہی پوچھتی کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم بخیر تو ہیں " اسے ایک ایک کرکے اس کے اہل خانہ کے جام شہادت نوش کرنے کی اطلاع دی جاتی رہی اور وہ " اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیہِ رَاجِعُون " پڑھتی ہوئی رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی خیریت معلوم کرتی آگے بڑھتی رہی ۔۔۔۔ کیوں کہ ۔۔۔ اس کے لئے ساری محبتوں سے بالاتر وہ حقیقی محبت تھی جو اسلام کے ماننے والوں کی حقیقی شان ہوتی ہے ۔ اور جس کے لئے ماں باپ آل اولاد مال و منال سب کچھ قربان کردینے کا ایک روحانی عہد ہوتا ہے جو دلوں میں یہ جذبہ پیدا کرتا ہے کہ ۔۔

معرکہ جب تک نہ ہو سر روز سر دیتا رہوں
ایک سر کٹ جائے جب تو دوسرا سر بھیج دے

——— ماہر انصاری

اسلام کی مائیں جانتی تھیں کہ انھیں اپنے بیٹوں کو کیسا بنانا ہے ان کا جذبہ ہوتا تھا کہ کاش پروردگار نے راہِ خدا میں قربان کرنے کے لئے اور بیٹے دیئے ہوتے تو انھیں بھی اسلام کی سربلندی کے لئے جام شہادت کی لذت سے آشنا کرتے ہوئے حیاتِ دائمی سے نوازتیں اور پروردگار کے روبرو سرخرو اولاد کی ماں کی حیثیت سے پیش ہونے کا شرف حاصل کرتیں ـــــ وہ جانتی تھیں کہ محبت میں برباد ہونا ہی حقیقی آبادی ہے

چلچلاتی دھوپ میں گرم ریت پر لٹا کر سینے پر پتھر رکھا گیا کہ اس محبت سے انکار کر دو جو تمھارے رگ وریشہ میں پیوست ہوگئی ہے لیکن یہ جاننے والے نے کہ "محبت میں برباد ہونا ہی آبادی ہے۔ ساری صعوبتیں جھیلیں لیکن اس ذات کی محبت سے انکار نہیں کیا ـــ تو محبوب حقیقی نے اعلان فرمایا "رضی اللہ عنہم و رضوا عنہ" اور یہی سند تو حقیقی آبادی کی ضمانت ہے

سرکارِ عالم پناہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ـــــ "اگر محبت کامل ہے تو ایمان بھی کامل ہے اور اگر محبت ناقص ہے تو ایمان بھی ناقص ہے اور ـــــ بے محبت خدا نہیں ملتا۔

"محبت ہے تو سب کچھ ہے
محبت نہیں تو کچھ بھی نہیں"

مادہ پرستی کی طرف تیزی سے بھاگتی ہوئی آج کی دنیا ـــ ایک دوسرے کو روند کر ترقی کا زینہ بنانے والے لوگ اور ان لوگوں میں شامل محبت کے عظیم علمبرداروں کی وہ اولادیں جو بہ حیثیت مسلمان اپنی شناخت رکھتی ہیں ـــ لیکن ناآشنائے رموزِ محبت ہو کر دنیا کو اپنے شانہ بہ شانہ چلانے کے بجائے خود دنیا کے شانہ بہ شانہ چلنے میں کوشاں ہیں اور انھیں بھٹکنے سے بچانے اور راہ محبت پر چلنے کی ترغیب دینے والا وہ طائفہ جو ہر دور میں سرگرم عمل رہا آج خود بھی دنیا کے ساتھ ساتھ چلنے کی دھن میں اپنی ذمہ داریوں کو فراموش کر بیٹھا ہے اور صدیوں سے ملکوں، شہروں، قصبوں اور علاقوں میں اخلاص و بے لوثی کا نمونہ بن کر محبت کے اجالے پھیلانے والے مدارس اور خانقاہوں کے مبلغین و مصلحین خدمات اسلام کے حقیقی جذبات سے محروم ہو کر مادیت کی آلودگی کی طرف گامزن ہیں ـــ اور

اے خاصہ خاصانِ رسل وقت دعا ہے
امت پہ محمدؐ کی عجب وقت پڑا ہے

تصورِ حق سے رس نچوڑ کر ان صفحات کو تحریر کرنے والا سوچتا ہے کہ ان دردناک حالات میں بزرگانِ دین اور اسلاف و اخلاف کی تعلیمات ان کے حالاتِ زندگی، خدمات و مجاہدات، ترغیبات و تشریحات سے استفادہ کے سوا کیا چارہ ہے ـــ؟"

خونِ دل میں کانٹوں کی نوک ڈبو کر صحرا کی باغبانی کا قانون لکھنے والوں کے شیدائی، طالبانِ ہدایت اور حقیقی محبت کی راہوں پر چلنے کے شائق اپنی رہنمائی کے لئے کہاں جائیں ـــ؟ کس سے مدد کے طالب ہوں کس سے رہبری کا سوال کریں۔ ان سطروں کو لکھنے والا تجزیات کے بعد اس فیصلہ پر پہونچا کہ اسلاف و اخلاف کے فرمودات و ہدایت کو نمونہ بنا کر محبت کی راہ گزار پر قدم رکھا جائے ـــ اور ـــ عالم پناہؐ کے اس مقولہ سے روشنی حاصل کر کے محبت کو شیوہ بنایا جائے اپنی عبادت و ریاضت روزمرہ کے معمولات، معاملات اور زندگانی کے تمام شعبوں میں اس کو روبہ عمل لانے کا عزم کیا جائے۔

محبت ہے تو سب کچھ ہے محبت نہیں تو کچھ بھی نہیں

آخری سطریں

اگلی کتاب آپ کے حوالے کرنے کی تیاری اور تکمیل کیلئے آپ سے دعاؤں کی التجا کے ساتھ ــــ ان حضرات کا شکریہ ادا کرتے ہوئے جنھوں نے زیرِ نظر کتاب "وارث اور محبت" کی اشاعت میں تعاون کیا ــــ یہ سطریں لکھنے والا خدا حافظ کہتا ہے۔

رہبر [illegible] اعظمی

۲۹ ر اکتوبر ۱۹۹۶ء

بی ۳۹ بھتری بارہ بنکی

وارث اکادمی

کے

اغراض ومقاصد

- ★ عالم پناہؒ کے پیغامات کی تبلیغ واشاعت
- ★ سیرتِ وارثؒ پر تفصیلی تحقیقی تصنیف کی اشاعت
- ★ آپؒ کے حالات زندگی سے متعلق کتب، ودستاویزات کو یکجا کرنا۔
- ★ پیغامات، روحانی خدمات سے متعلق ماضی میں لکھی گئی نایاب کتابوں کے نئے ایڈیشن کی اشاعت
- ★ اردو میں لکھی جانے والی کتابوں کا ہندی ترجمہ

ان اعلیٰ مقاصد میں ہمارے شانہ بشانہ چلنے کے خواہشمند حضرات براہ راست رابطہ قائم کریں

وارث اکادمی

کے/۱۱۱ - کرٹھ - بارہ بنکی - یوپی

پیش کردہ جابر علی وارثی

Printed At:- URDU PRINTERS, Ek Minara Masajid, Barabanki.